رسالت کے سایے میں

تالیف

ڈاکٹر عبدالحلیم عُویس

ترجمہ

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

الناشر

ادارۃ البحوث الاسلامیۃ والدعوۃ والافتاء بالجامعۃ السلفیۃ

بنارس (الھند)

AsliAhleSunnet.com

ڈاکٹر عبدالحلیم عویس

رسالت کے سائے میں

AsliAhleSunnet.com

رسالت کے سایے میں

تالیف

ڈاکٹر عبدالحلیم عویس

ترجمہ

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

الناشر

ادارۃ البحوث الاسلامیۃ والدعوۃ والافتاء بالجامعۃ السلفیۃ

بنارس (الھند)

AsliAhleSunnet.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

مصنف — ڈاکٹر عبدالحلیم عویس

مترجم — ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

ناشر — ادارۃ البحوث جامعہ سلفیہ، بنارس

کاتب — خلیق بستوی

اشاعت اول — ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء

مطبع — اسرار کریمی پریس الہ آباد

قیمت — ....

ملنے کے پتے

۱: مکتبہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم ریوڑی تالاب وارانسی، ۲۲۱۰۱۰

۲: مکتبہ ترجمان ۴۱۱۶، اردو بازار دہلی ۶

۳: دارالمعارف ۱۳ محمد علی بلڈنگ بھنڈی بازار، بمبئی ۴۰۰۰۰۳

۴: مکتبہ مسلم بربر شاہ سرینگر ۱۹۰۰۰۱

۵: انبار الجامعۃ السلفیۃ ص، ب ۱۰۰۳۳ - المدینۃ المنورۃ

(Saudi Arabia)

AsliAhleSunnet.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	مقدمۂ مترجم	۶
۲	سالار قافلۂ عظمت و شرف کے نام	۹
۳	سیرت نبوی منہج و مذہب کے مابین مقدمہ	۱۰
۴	**چھٹی صدی عیسوی میں دنیا پر شیوعیت اور بے راہ روی کا غلبہ**	۱۶
۵	مادہ پرستی و بے ضابطگی	۱۷
۶	بیزنطینی بے راہ روی	۲۰
۷	عرب قوم کا مقام	۲۲
۸	دور جاہلیت اور اقتصادی (مادی) محرک	۲۶
۹	روشنی کی تلاش	۳۰
۱۰	**حیات طیبہ بعثت سے پہلے**	۳۴
۱۱	وطن اور نسب	۳۵
۱۲	عظیم لوگوں کے لئے تاریخی معیار	۳۸
۱۳	ممتاز اور واضح زندگی	۴۰

AsliAhleSunnet.com

۱۴	بلند حنیفی اخلاق	۴۷
۱۵	محمد بن عبداللہ ۔ اللہ کے نبی اور رسول ص	۵۲
۱۶	وحی کیا ہے؟	۵۳
۱۷	رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور تعمیر فرد	۶۶
۱۸	رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور تعمیر فرد	۶۷
۱۹	پہلا وسیلہ :	۷۷
۲۰	دوسرا وسیلہ : مسلمانوں کا جسمانی تصفیہ	۷۹
۲۱	تیسرا وسیلہ : نفسیاتی جنگ	۷۹
۲۲	چوتھا وسیلہ : بدسلوکی و بدزبانی	۸۰
۲۳	پانچواں وسیلہ : مادی لالچ	۸۱
۲۴	چھٹا وسیلہ : مادی چیلنج	۸۲
۲۵	ساتواں وسیلہ : فکری انتشار و پروپیگنڈے کی مہم	۸۳
۲۶	آٹھواں وسیلہ : بائیکاٹ	۸۶
۲۷	آخری وسیلہ : قتل	۸۸
۲۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قیام حکومت	۹۰
۲۹	حکومت کی تلاش	۹۱
۳۰	دعوت کا اسلوب	۹۳
۳۱	تاریخ کا پہلا معاشرتی معاہدہ	۹۵
۳۲	تاریخ کا عظیم سفر اور آسمان کا زمین سے اتصال	۹۹
۳۳	نئی حکومت کی اندرونی مضبوطی	۱۰۳
۳۴	مدینہ کی اسلامی حکومت کی خارجہ سیاست	۱۰۸

AsliAhleSunnet.com

۳۵	غزوات و سرایا	۱۰۹
۳۶	بدر ۔۔۔۔ دعوت کا انجام	۱۱۵
۳۷	بدر سے خندق تک	۱۲۴
۳۸	مستحکم حکومت	۱۳۰
۳۹	مکالمہ کی مستحق حکومت	۱۳۰
۴۰	جنگ و فتح کی قدرت	۱۳۳
۴۱	خندق ۔۔۔۔ مرحلہ حکومت کا عروج	۱۳۵
۴۲	**محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور تعمیر تہذیب**	۱۳۹
۴۳	خندق سے تہذیب کا تولد	۱۴۳
۴۴	با اقدام تہذیب	۱۴۴
۴۵	پہلا مرحلہ خندق سے فتح مکہ تک	۱۴۵
۴۶	دوسرا مرحلہ فتح مکہ سے حج وداع تک	۱۵۹
۴۷	نبی اکرم ص ایک کامل و ترقی یافتہ تہذیب کا نمونہ	۱۶۹
۴۸	**تہذیب کا قافلہ نبی ص کے زیر سایہ**	۱۷۳
۴۹	کاروان تہذیب سایۂ نبوت میں	۱۷۴
۵۰	**سیرت نبوی کی فکری تاثیر**	۱۸۰
۵۱	سیرت کا فکری اثر	۱۸۱
۵۲	**کتابیات**	۱۸۶

●●●

AsliAhleSunnet.com

مقدمۂ مترجم

توئی کہ از تو تمدن روانِ تازہ گرفت
توئی کہ کندہ ز عالم بنائے رہبانی
فزوں تر از تو کسے را نہ حمد گفت جہاں
نہ برتر از تو کسے گفت حمد ربانی

(سلمان منصور پوری)

سیرت طیبہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کا موضوع ہر دور میں مسلم علماء و مفکرین کی فکر و توجہ کا مرکز رہا ہے، اور ہر ایک نے اپنی اپنی وسعت و توفیق کے مطابق اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے، اس کی مثال اس سدا بہار چمن کی ہے جو اپنے پھولوں کی رنگت و نکہت اور رونق و شادابی کے باعث ہمیشہ مرقع جمال و کمال بنا رہتا ہے، لیکن آنے والا مالی ذوق و حوصلہ کی تسکین کے لئے اس میں کچھ نئے درختوں کا اضافہ کر دیتا ہے۔ جس سے چمن کی شادابی دوچند ہو جاتی ہے۔

سیرت کے موضوع پر ہر معیار کا لٹریچر دنیا کی معتبر زبانوں میں

AsliAhleSunnet.com

موجود ہے، اور چونکہ اسلام نے رسول اکرم ص کی ذات گرامی کو ہر مسلمان کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے اس لئے اس کی مکمل حفاظت کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا ہے۔

یہ اردو زبان کی خوش قسمتی ہے کہ سیرت سے متعلق لٹریچر میں وہ بہت سی قدیم زبانوں کی ہم پلہ ہے، اور اس میں بعض ایسی نگارشات بھی موجود ہیں جن میں امتداد زمانہ سے مزید تازگی پیدا ہوتی ہے۔

زیر نظر ترجمہ کا محرک کتاب کا وہ تجزیاتی انداز ہے جس میں اس دور کے ہر مفکر و دانشور کے لئے درس و نصیحت ہے، جامعہ سلفیہ کے ذریعہ فاضل مصنف کے ساتھ ناچیز کا جو علمی ربط قائم ہوا اس کی تقویت کا اس سے بہتر ذریعہ اور کیا ہو سکتا ہے؟

مجھے یقین ہے کہ اس ترجمہ سے سیرت نبویہ کے اردو ذخیرہ میں مفید اضافہ ہوگا اور قارئین اس کے استدلالی انداز و اسلوب سے منفعت اندوز ہوں گے۔

کسی بھی تحریر کے ترجمہ میں اصل کلام کے محاسن و تاثیر کا تحفظ ایک مشکل امر ہے میں نے اپنی وسعت و تجربہ کے مطابق تحریر کی روح کو باقی رکھنے کے لئے عرق ریزی کی ہے پھر بھی کامیابی کا دعویٰ نہیں۔

ناظرین کرام کی کتاب سے دلچسپی و استفادہ اور ان کی پرخلوص دعائیں میرے لئے اطمینان قلب کا باعث ہوں گی۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً،

AsliAhleSunnet.com

وقنا عذاب النار:

ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین:

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، وتب علینا انک انت التواب الرحیم:

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین:

(مقتدی احسن)

جامعہ سلفیہ، بنارس

١٧ر صفر ١٤٠٣ھ

٤ر ١٢ر ١٩٨٢ء

AsliAhleSunnet.com

سالارِ قافلۂ عظمت و شرف

کے نام

مارگلیوتھ جیسے کٹر دشمنِ اسلام کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ سیرتِ محمدیہ ﷺ کے موضوع پر لکھنے والوں کے نام کا احاطہ ممکن نہیں، اس نے یہ بھی وضاحت کی کہ سیرت کے مؤلفین یہ سمجھتے ہیں کہ کسی انشا پرداز کے لئے باعثِ شرف ہے کہ وہ سیرتِ محمدیہ کے مؤلفین کے صف میں داخل ہو کر مجد حاصل کرے۔

ایسی صورت میں یہ تھوڑے سے صفحات کیا اضافہ کر سکتے ہیں؟

البتہ یہ ہوگا کہ موجودہ دور میں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کے مطابق کچھ لمحات بسر ہو جائیں گے جنھوں نے انسان، حکومت اور تہذیب کی تعمیر کرتے ہوئے انسانیت کے لئے حق، خیر اور جمال کی بنیادیں تاریخ کے سب سے عمدہ نظم و مناسبت کے ساتھ استوار کی ہیں:۔

ولو کان من عند غیر اللہ — اگر یہ قرآن سوائے خدا کے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو
لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا — اس میں کئی طرح کا اختلاف پاتے۔

اس کتاب کے صفحات کو میں خاتم المرسلین، امام تہذیبِ اسلامیاں حضرت محمد بن عبداللہ کی نذر کرتا ہوں، علیہ الصلاۃ والسلام۔

(عبد الحلیم عویس)

AsliAhleSunnet.com

سیرت نبوی منہج و مذہب کے مابین

مقدمہ

نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کی جامع اور موضوعی تصویر پیش کرنے کی کوشش کسی انشا پرداز کے لئے آسان نہیں، کیونکہ یہ مبارک سیرت اپنی تمام جلوہ ریزیوں سمیت ان قوتوں سے بڑی ہے جنھیں چودہویں صدی ہجری (بیسویں صدی عیسوی) میں کوئی معمولی انسان سیرت کریمہ کے مختلف پہلوؤں کی تصویر کشی میں استعمال کرسکتا ہے، ان تاثیروں سے متعلق جانتے ہوئے جنھیں عقل و وجدان کی دنیا میں اس مادی و بے ضابطہ صدی نے پیدا کیا ہے، جس سے ہمیشہ حقائق کی رؤیت منحرف یا نیم منحرف زاویہ اختیار کرتی ہے۔

مخلوقات میں سب سے سچے شخص کی سیرت پر گفتگو کرتے ہوئے میں اس زعم میں مبتلا نہیں ہو سکتا کہ اس دور کے دھبوں سے پاک ہوں اور میرا وجود ان جراثیم کی تاثیر سے خالی ہے جو ہوا، غذا اور پانی میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ان صفحات میں معزز قاری کو اگر کوئی تقصیر نظر آئے تو میرا مذکورہ اعتراف عذر بن سکتا ہے، ان صفحات میں میری کوشش صرف یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زیر سایہ محض چند ساعتیں گذر جائیں۔

کوتاہی دیکھنے والے کی قوت بصارت و بصیرت میں ہوتی ہے، بلند و روشن آفتاب میں نہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ ہمارے اسلاف کرام جب قرآن یا سنت یا سیرت مطہرہ

AsliAhleSunnet.com

کے مطالعہ و تحقیق کا ارادہ کرتے تھے تو اس کے لئے مخصوص نفسیاتی، وجدانی اور فکری طور پر اس طرح تیاری کرتے تھے کہ ان کے شعور و افکار میں بلندی و معنوی پاکیزگی پیدا ہو جائے۔ اس حقیقت کو اسلامی میراث کے افراد اور ان کے سوانح سے ادنیٰ تعلق رکھنے والے لوگ بھی جانتے ہیں اس کے باوجود آج کے دور میں جبکہ علم، پیغام کے بجائے تجارت اور حقیقت کے بجائے منفعت کا راستہ بن گیا ہے ۔ ۔ ۔ بہت سے ملوث فکر، ضعیف عقیدہ اور مشکوک کردار رکھنے والے افراد رسول اکرم صؐ کی سیرت لکھنے کی جرأت کر رہے ہیں۔ اب آپؐ کی مبارک زندگی جس کو بلند ترین نمونہ اور انسانی ارتقار کی اعلیٰ مثال کی حیثیت سے پیش کرنا ہم پر واجب ہے، ہمارے مصطلح "مذہب" کے "منہج" پر اور "رائے" کے "حقیقت" پر دباؤ کا شکار ہے۔

ایک طرف مستشرقین کا گروہ ہے جن کی شخصیت اب بالکل واضح ہے، ہر باہوش آدمی جانتا ہے کہ ان کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ رسول اکرم (ص) کو اپنے ماحول، مزاج اور سیاسی و مشنری مقاصد کے ماتحت بنا دیں۔

چنانچہ جرمن مصنف کے یہاں محمد (ص) جرمن ہیں۔
اٹالین مصنف کے یہاں اٹالین ہیں۔
اور روسی مصنف کے یہاں روسی ہیں۔

قرشی و ہاشمی رسول انسانیت محمد (ص) کی قومیت ان کے سوانح نگاروں کی قومیت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے [1] اور اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ مستشرقین ہمارے سامنے جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ صرف خیالی تصویر ہے جس سے ان کے ذہن کی ترجمانی ہوتی ہے، یا بالفاظ دیگر "مذہب" کو "منہج" پر اور "رائے" کو "حقیقت" پر لادا جا رہا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو:- محمد رسول اللہ از لاتیین دنیہ ترجمہ ڈاکٹر شیخ عبد الحلیم محمود ص ۷

AsliAhleSunnet.com

چنانچہ سیرت نبوی پر اپنی تحریروں میں درج ذیل مستشرقین نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے : گریم ، دوزی ، پادری لامانس ، تولڈک ، سنوک ہرگرنجہ ، واشنگٹن ایرونگ ، کیتانی ، بنڈلی گوزی اور منٹگمری واٹ ۔

یہ اور ان جیسے یورپ ، امریکہ اور ایشیا کے سیکڑوں مستشرقین نے اپنے تخیل اور خواہش کے سہارے محمد ص سے متعلق لکھا ہے ، لیکن ان کی تحریریں کا معتبر تاریخی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ۔ اس کے باوجود مستشرقین کا یہ گروہ واضح ومعروف ہے ۔ کیونکہ انھوں نے نصرانی مشنری کی مدد کے لئے یہ راہ اختیار کی ہے ، اور اس کے سہارے سامراج اور اس کے توسیع پسندانہ عزائم کی خدمت مقصود ہے ۔

○ ○ ○

اس دور میں سیرت طیبہ کے لئے مذکورہ مستشرقین سے زیادہ خطرناک وہ گروہ ہے جس کے مقاصد مبہم ہیں ، عام قاری اس کے اسلوب و انداز سے فیصلہ نہیں کرسکتا کہ آیا وہ کوئی غیر جانبدار علمی اسلوب ہے یا اس کا مقصد یہ ہے کہ حقیقت کو مسخ کر کے باطل کو اس کا رنگ دے دیا جائے ۔

اسی اسلوب کے ضمن میں وہ کوششیں بھی داخل ہیں جنھیں مستشرقین کے تلامذہ اور عقلی دین کے ٹھیکیدار کرتے ہیں ، یہ لوگ رسول اور رسالت سے غیبی پہلو کو علیحدہ کرنے پر مصر ہیں اور علمی معیار کے نام سے رسالت و رسول کو علوی حیثیت کے بجائے سفلی حیثیت میں بدلنا چاہتے ہیں ۔

حدیث نبوی متن و سند کے لحاظ سے خواہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو ان کی نظر میں قابل رد ہے ، کیونکہ ان کے بقول وہ "عقل" و "علم" کے معیار پر صحیح

AsliAhleSunnet.com

نہیں اترتی ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کی نظر میں رسول اکرم ص صرف ایک عبقری تھے، اور قرآن کے علاوہ تمام معجزات ناقابل اعتبار ہیں اور وحی ایک نفسیاتی کیفیت ہے۔

○ ○ ○

سیرت طیبہ کے سلسلہ میں تیسرا کج اور منحرف منہج وہ ہے جو سیرت سے ہمیشہ غلط نتائج نکالتا ہے اور مخصوص حالات کے واقعات کو پوری زندگی پر منطبق کرتا ہے۔

ان منحرف اور فریب کار لوگوں میں سب سے بڑا گروہ کمیونسٹ اور اشتراکی لوگوں کا ہے جو نبی ص کو صرف ایک سماجی مصلح، انقلاب کا قائد، غلاموں کا نجات دہندہ اور مالداروں کے مقابلہ میں غریبوں کا مددگار تصور کرتے ہیں، اگر مالدار لوگ انصاف سے کام لیں اور فقراء کی آزادی کے لئے دولت خرچ کریں تب بھی طبقاتی کش مکش ختم نہیں ہوتی۔

اس طرح کی تحریف سے علمی امانت اور فکری استقامت کو ٹھیس لگتی ہے اور "معاصر فکر" کی حیثیت مجروح ہوجاتی ہے۔ عبدالرحمن شرقاوی کی کتاب "محمد رسول الحریۃ اور خالد محی الدین کی کتاب "محمد والعدل الاجتماعی" میں ایسی باتیں موجود ہیں۔ انہی کی پیروی احمد عباس صالح اور حسنین کروم نے اپنے مقالات میں کی ہے۔

○ ○ ○

سیرت کے مطالعہ کے لئے جو مناسب اور صحیح منہج ہے وہی علمی وتاریخی

AsliAhleSunnet.com

حقائق کے مطالعہ کے لئے کھی ہے۔

اور اس منہج کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر طرح کے دباؤ، جھکاؤ اور جانبداری سے مؤلف خالی ہو جائے، حقیقت کو محسوس کرنے اور تسلیم کرنے کے لئے اس کا سینہ کشادہ ہو، اس میں حقیقت تک پہونچنے اور اس سے متاثر ہونے کی سچی رغبت موجود ہو، اس کے بعد وہ سیرت کے اصلی مآخذ سے کام لے، مثلاً سب سے پہلے قرآن کریم سے استفادہ کرے، پھر صحیح احادیث سے، پھر سیرت و مغازی کی ان کتابوں سے جنھیں علماء اسلام نے معتبر قرار دیا ہے، اس کے بعد مؤلف کو چاہیئے کہ حقیقت کو اپنا اعلان خود کرنے کا موقع دیدے۔

○ ○ ○

اخیر میں میں ناظرین کی خدمت میں یہ عذر پیش کرتا ہوں کہ میرے جیسا شخص آپؐ کی سیرت مبارکہ پر کچھ لکھنے کا اہل نہ تھا۔

یہ محض ایک خاک نشین کی چوٹی تک پہونچنے کی آرزو ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہر مسلمان کو اس آرزو کا حق ہے:-

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللّٰہ والیوم الآخر وذکر اللّٰہ کثیرا۔	رسولِ خدا میں تمھارے لئے یعنی جو لوگ اللہ کی ملاقات اور پچھلے دن کی بہتری کی امید رکھتے ہیں اور خدا کو بہت یاد کرتے ہیں، ان کے لئے عمدہ نمونہ ہے

اگر میری یہ کوشش درست ہو تو یہ قرآن وسنت کے زیر سایہ زندگی کا اثر ہوگا، اور اگر اس میں کوئی کمی ہو تو انسانی کمزوری اور اس مادی دور کے اثرات اصل حقیقت کو سمجھنے سے میرے عجز کا باعث ہوں گے۔

AsliAhleSunnet.com

اللہ ہی سے توفیق و درستگی کا سوال ہے، اسی پر بھروسہ اور اسی سے امید ہے:

(عبدالحلیم عویس)

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹی صدی عیسوی میں دنیا پر شیوعیت اور بے راہ روی کا غلبہ

AsliAhleSunnet.com

چھٹی صدی عیسوی

مادہ پرستی و بے ضابطگی :۔

چھٹی صدی عیسوی میں انسانیت ۔ خواہ مخواہ ۔ دو عظیم طاقتوں کے سامنے سرنگوں تھی، جو دو بڑے انسان دشمن رجحانات کی ترجمانی کرتی تھیں۔

ایران میں جاہلانہ مادہ پرستی کے ساتھ ساتھ اعتقادی، فکری اور اخلاقی بے راہ روی کا عروج تھا جو ہر دور میں بے دین طبقہ کا امتیاز رہا ہے۔

ایرانی شہنشاہیت کے آخری (ساسانی) دور میں بہت سے بادشاہوں نے اپنی قوت و سطوت اور سخت گیری و دہشت پسندی کا مظاہرہ کیا مثلاً ازدشیر بن بابک، سامور بن ازدشیر، ہرمز، بہرام بن ہرمز، یزدگرد بن بہرام اور قباذ بن فیروز۔

قدیم دنیا کی حکومت میں شریک اس عظیم شہنشاہیت کے عہد میں کسی ایسے بادشاہ کا نام نظر نہیں آتا جسے صحیح انسانی اخلاق اور فرمانروائی کے منصفانہ اصول سے آشنا مانا جائے۔ اس حکم سے جن چند افراد کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے ان میں سب سے نمایاں شخصیت نوشیرواں کی ہے جسے ظلم و جور سے بھری ہوئی ساسانی تاریخ میں عدل و انصاف سے قربت کی خواہش کے سبب "عادل" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

کسریٰ نے زمام حکومت سنبھالنے کے بعد حالات کی سنگینی سے مجبور ہو کر اپنے قلمرو کے علاقائی حکام کے نام جو فرمان جاری کیا تھا اس سے اس المیہ کی تصویر سامنے

AsliAhleSunnet.com

آتی ہے، کسریٰ اپنے مکتوب میں لکھتا ہے :-

"از شاہ کسریٰ بن قباذ . . .

"سلام . . . لوگ بجا طور پر اس خوف و دہشت کا شکار ہیں کہ ان کی نعمتیں چھن جائیں، فتنے سر اٹھالیں اور مصائب نازل ہوں، اور ہماری نظر میں سب سے بڑی وحشت و مصیبت یہ ہے کہ لوگوں کو نیک اور مناسب بادشاہ نہ ملے۔

کسریٰ نے اپنی حکومت کے استحکام کے بعد فسا کے منافق شخص" زردشت بن خراکان،، کے مذہب کو باطل قرار دیا جسے اس نے مجوسیت سے اخذ کیا تھا اور لوگ اس کے ہمنوا بن گئے تھے۔ عام لوگوں کو اس مذہب کی طرف دعوت دینے والا ایک شخص مزدک بن بامداذ تھا جو مذریہ کا باشندہ تھا۔

اس نے لوگوں کو ورغلا کر مال اور عورت کے مسئلہ میں عمومی مساوات (یعنی موجودہ دور کی شیوعیت و بے راہ روی) پر آمادہ کیا تھا۔

اس نے یہ وضاحت کی تھی کہ مساوات کا یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ثواب کا باعث ہے، اگر اسے مذہب نہ بھی مانا جائے تو — بزعم زردشت۔ یہ ایک کریمانہ فعل اور باہمی رضامندی کا معاملہ ہے (جسے اس دور میں بھی" ترقی کا نام دیا جاتا ہے۔) اس نظریہ کی مدد سے اس نے شریفوں کے خلاف کمینوں کو برانگیختہ کر دیا، شرفاء اور نیچ لوگوں میں تمیز ختم کر دی، لٹیرے اور ظالموں کو کھلی چھوٹ مل گئی، ہوا پرستوں نے شریف عورتوں پر دست درازی شروع کر دی اور لوگ ایسی عظیم مصیبت سے دوچار ہو گئے جس کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔

(طبری : تاریخ الامم والملوک ۲ / ۹۱)

نوشیرواں نے تقریباً نصف صدی تک عدل و انصاف سے حکومت کی،

AsliAhleSunnet.com

آتش پرستی کو قائم رکھا اور مادہ پرستانہ بے راہ روی سے لوگوں کو بچایا لیکن اس کے باوجود اخلاقی بے راہ روی کو مذہب کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی اور مجوسیت کے زیر سایہ بھی لوگوں کے ذہن و فکر پر اسی کا غلبہ تھا۔

کسریٰ نوشیرواں کی موت کے بعد عدل و انصاف کی وہ بساط بھی الٹ گئی جسے ایران کی پوری مجوسی تاریخ میں جملہ معترضہ سے زیادہ حیثیت نہیں دی جا سکتی، اور پھر ایرانی حکمران ظلم و جور اور انارکی و بد خلقی کی اسی حالت پر پلٹ آئے جس کا نوشیرواں سے پہلے رواج تھا۔ ایران کی اس مجوسی شیوعیت کو صرف نعرہ باز عوام کے اعتقاد ہی کی حیثیت نہیں حاصل تھی بلکہ ساتھ ہی یہ ایک برسرِ اقتدار حاکمانہ اعتقاد بھی تھا ہر چند کہ نوشیرواں کا عہد اس سے مختلف تھا۔

چنانچہ متعدد ساسانی بادشاہوں اور علاقائی حکمرانوں کی زندگی میں اس شیوعیت کے مظاہر دیکھے جا سکتے ہیں۔

مثلاً بہرام گور نے اپنی بہن سے شادی کی تھی۔

اور یزدگرد دوم نے اپنی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھا تھا۔

اسی طرح یمن کے قبیلہ حمیر میں جو متمدن اور ایرانی مجوسیت کا پابند تھا "لخنیعۃ ذی شناتر" نامی شخص جب انقلابی طور پر برسر اقتدار آیا تو شہزادوں میں لواطت جیسے اخلاقی جرم کو فروغ دیا۔ (ابن ہشام: السیرۃ ۱/۳۰، طبری ۲/۱۰۲) اس بدکردار شخص کو ذونواس نے قتل کیا جس کے عہد میں "اصحابِ اُخدُودْ" کا مشہور اعتقادی المیہ پیش آیا۔

اس بے راہ روی کے پرتو سے اس دور کے دوسرے مذاہب بھی محفوظ نہ تھے، چنانچہ چین اور ہندوستان میں پھیلے ہوئے اس دور کے تینوں مذاہب میں کھلے طور پر بت پرستی رائج تھی اور ان کی پرانی سادگی ختم ہو چکی۔ ایران کی مانویت

AsliAhleSunnet.com

سے مشابہ "لاوتسو" کا مذہب جو زہد کا داعی تھا، کسی ردعمل سے پوری طرح مادہ پرست بن چکا تھا۔

اسی طرح بدھ مت کو انقلاب پسند برہمیت نے ٹھیٹھ بت پرستی میں تبدیل کر دیا تھا۔

کنفوشیس کا مذہب صرف عملی، مادی اور اقتصادی تھا اور اس میں کسی روحانی دینی عقیدہ کی تلاش بیکار تھی۔

مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایرانی تمدن سے جو شعاعیں پھوٹ رہی تھیں ان کا اصل مضمون و مدعا مادہ پرستانہ شیوعیت کے سوا کچھ اور نہ تھا البتہ ان کی شکلیں بدلی ہوئی تھیں۔

بیزنطینی بے راہ روی :-

دنیا کے نصف دوسرے حصہ میں ایک دوسرا پر تو تھا جسے ھیلینی ورومانی تہذیب کے باقیماندہ حصہ کا نام دیا جا سکتا ہے، یہی حصہ سقراط، ارسطو اور افلاطون کے شہر ایتھنز کی قدیم یونانی میراث کا وارث تھا۔

اگرچہ ھیلینی دنیا کے بڑے حصہ کو نصرانیت اپنے تسلط میں لے چکی تھی لیکن اسے بت پرست یونانیت کی دنیا میں انتہائی سخت شرائط سے داخلہ نصیب ہوا تھا، ان میں سب سے نمایاں شرط یہ تھی کہ نصرانیت توحید کے بنیادی عقیدہ کو چھوڑ کر تجسید کے بت پرستانہ مذہب کو قبول کر لے۔

پولس اور قسطنطین نے باہمی تعاون سے نصرانیت کو اس عجیب وغریب مسخ و بگاڑ کے سامنے جھکا دیا۔ کسی تہذیب کی اس سے بڑی مصیبت کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے فکری جوہر اور نظریاتی سرمایہ کو ٹھیس پہونچائی جائے جس سے اس کی

AsliAhleSunnet.com

عقل وشعور، زندگی کی صحیح تنظیم اور حقائق کو برتنے کا انداز متاثر ہوجائے اور پھر اس کا صاف ستھرا فکری سرمایہ مسخ شدہ غلط فکر میں تبدیل ہوجائے اور حقائق کی تلاش کے بہانے جدل وسفسطہ اور الفاظ کی بازی گری میں کھو جائے، جس کا نتیجہ مسلمہ امور کے لاحاصل اثبات کے سوا کچھ نہ ہو۔

چھٹی صدی عیسوی کی نصرانیت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:۔

"پھر نصرانی مذہب اور اس کی حقیقت سے متعلق کلامی جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے، اور بے سود جدل ومباحثہ میں قوم کی ذہنی وعملی قوت ضائع ہونے لگی، جس کے نتیجہ میں خونریز لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا اور قتل وغارت گری نیز بدامنی وہلاکت عام ہوگئی، مدرسے، گرجے اور مکانات دینی لڑائیوں کے میدان میں تبدیل ہوگئے اور پورا ملک خانہ جنگی کی زد میں آگیا۔ اس مذہبی اختلاف کا سب سے قوی مظہر رومی حکومت ونصاری شام اور نصاری مصر کے مابین نظر آتا ہے، یا بالفاظ دیگر ملکانی اور منوفسی نصرانیوں کے مابین۔ چنانچہ ملکانی گروہ مسیح کی طبیعت کے ازدواج واختلاط کا عقیدہ رکھتا تھا، اور منوفسی گروہ یہ کہتا تھا کہ مسیح کی طبیعت ایک ہی ہے یعنی الٰہیت، اور اس میں ان کی بشری طبیعت اسی طرح مفقود ہوگئی ہے جیسے سمندر میں سرکہ کا ایک قطرہ مفقود ہوجاتا ہے۔ دونوں گروہوں کے مابین موجود اس اختلاف نے چھٹی وساتویں صدی میں اتنی شدت اختیار کی کہ دو مختلف مذاہب کے مابین کھلی جنگ کا نقشہ پیدا ہوگیا، نصرانیوں کی باہمی لڑائی کے بجائے یہودونصاری کے مابین جنگ کی کیفیت پیدا ہوگئی اور ہر گروہ نے دوسرے کے مذہب کو بے حقیقت قرار دیا۔

جنگ وجدال کی اس فضا میں صحیح غور وفکر کے نشانات دھندلے ہوگئے، اخلاقی

Anjuman Taraqqi Urdu (Hind) LIBRARY

AsliAhleSunnet.com

اصول دب گئے، سماجی، اقتصادی اور سیاسی دنیا میں انتشار و بد نظمی کا سماں پیدا ہو گیا۔

چھٹی صدی عیسوی میں رومن تہذیب اور اس سے متاثر علاقوں پر اسی طرح کے حالات کا غلبہ تھا۔

عرب قوم کا مقام :۔

مذکورہ حالات میں عرب قوم نے اپنے جزیرہ میں کون سی راہ اختیار کی ؟

کیا وہ صحرا کی الگ تھلگ زندگی میں دوسرے نظریات کی تاثیر سے محفوظ تھے ؟

نیز اسلام کی دعوت کا امین اور دنیا میں اس کو پھیلانے کا ذمہ دار ان ہی کو کیوں بنایا گیا ؟

ان مربوط سوالوں کو ایک ہی جواب سے حل کیا جا سکتا ہے، اور وہ یہ کہ چھٹی نیز ساتویں صدی کی ابتدا میں ایرانی و رومی تہذیبوں کے مابین عرب قوم ہی درحقیقت ایک ممتاز انسانی وجود کی ترجمان تھی۔

اس دور کا عرب انسان ان گوشوں میں خیر و بھلائی سے زیادہ قریب تھا جو اسلامی دعوت کے مزاج کے لئے اہم تھے، کیونکہ اسے ایسے افراد کی ضرورت تھی جو فطرت اور اخلاقی ضابطوں سے قریب تر ہوں۔

عرب قوم شجاعت میں ممتاز تھی، اور صحرا کی دشوار و سادہ زندگی کے پیش نظر اسے فطری طور پر شجاعت کی ضرورت تھی۔ بارش کی کمی کے باعث قحط کا شکار قبیلہ ان قبائل کی منافست کے لئے مجبور تھا جو بارش والے علاقہ میں سکونت پذیر تھے، اسی طرح یہ قبائل مال و دولت کے لئے دوسرے قبائل پر چڑھائی بھی کرتے تھے۔

AsliAhleSunnet.com

چونکہ جزیرہ میں جاہلانہ قدروں کا غلبہ اور سماجی و اقتصادی مسائل کو سلجھانے والی تہذیبی قدروں کا فقدان تھا اس لئے شجاعت کو محض انفرادی بہادرانہ جوہر کی حیثیت حاصل تھی اور نیزہ بازی و نبرد آزمائی اس کے مظاہر تھے، اور آگے چل کر یہی چیز جاہلی سماج کی خصوصیت قرار پا گئی۔

عرب قوم میں دیگر بدویانہ خوبیوں کے ساتھ ساتھ تعاون، حمیت و غیرت، سخاوت، تحفظِ ناموس، پناہ گیر کی حمایت، سادگی، وضاحتِ فکر، سلامتی طبع اور فصاحتِ زبان کے اوصاف موجود تھے، معلقات کے نام سے موسوم قصائد کو آج بھی عربوں کی قدرتِ کلام کے نمونہ کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔

دوسری طرف عربوں میں کچھ متضاد اوصاف بھی موجود تھے، سیدیو کا بیان ہے کہ: عرب قوم میں درج ذیل متضاد اوصاف موجود تھے: خونریزی اور جان کا تحفظ، خرافات پر یقین اور ان کی تردید، ایمان اور الحاد، کسی نئے اصول پر ایمان کے بعد عظیم افعال کی انجام دہی کے لئے ہمت، آزادی و سخاوت، غیرت و حمیت، غصہ و اقدام اور قوم سے متعلق محاسن و معائب کے مابین اجتماع ۵۱

(ل ۱، ۱، سیدیو: تاریخ العرب العام ص ۲۸)

سیدیو نے جن اوصاف کو متضاد قرار دیا ہے ہماری رائے کے مطابق وہ اس فطری انسان کی حقیقی و مجسم تصویر پیش کرتے ہیں جس کے پاس نہ تو کوئی متعین عقیدہ ہے نہ مخصوص قانون نہ متمدن اخلاق۔

اور عربوں کی بت پرستی کے ضمن میں جہاں یہ مذکور ہے کہ ضرورت کے وقت وہ آٹے کے بتوں کو کھا جاتے تھے اور پتھر کے بتوں سے چولھے بنا لیتے تھے، مذکورہ رائے کی تائید ہوتی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی متمدن مذہبی قانون کے نہ ہونے کی وجہ سے یہی طریقہ ان کی زندگی کا قانون بن چکا تھا۔

---

۵۱ ترجمہ عادل زعیتر۔

AsliAhleSunnet.com

عربوں کی اخلاقی زندگی کے اس برے پہلو کی عکاسی حضرت جعفر بن ابی طالب کے اس بیان سے بخوبی ہوتی ہے جس میں نجاشی کے دربار میں انھوں نے اسلام سے پہلے عربوں کی زندگی کا نقشہ پیش کیا ہے، بادشاہ کو مخاطب کرکے کہتے ہیں:-

زمانۂ جاہلیت میں ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کرتے تھے، رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے تھے، پڑوسی کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے، مضبوط شخص کمزور کو دباتا تھا، ہم اسی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں میں سے ایک شخص کو اپنا رسول بنا کر بھیجا، ہم اس کے نسب، راست بازی، امانت اور پاکبازی سے واقف تھے، اس نے ہم سے صرف ایک اللہ کی عبادت اور آبار و اجداد کے دور سے پوجے جانے والے پتھروں اور بتوں کی پرستش سے باز رہنے کا مطالبہ کیا، اسی طرح حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانتیں ادا کریں، قرابت داری کا لحاظ کریں، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، خونریزی و حرام کاری سے باز رہیں، بے حیائی سے پرہیز کریں، دغا بازی نہ کریں، یتیم کا مال نہ کھائیں، پاکدامن عورتوں پر تہمت نہ لگائیں، صرف خدا کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ رسول نے ہمیں نماز، زکاۃ اور روزہ کا بھی حکم دیا الخ۔ (ابن ہشام ۱/ ۳۵۹)

حضرت جعفر کا یہ بیان جاہلی دور کی اخلاقی حالت کے گھناؤنے پہلوؤں کو بخوبی نمایاں کرتا ہے، اور اس حقیقت کو بھی واضح کرتا ہے کہ انسان کے فطری اخلاق کی غلط تطبیق و تعبیر ان کو منحرف اور الٹی شکل میں پیش کر دیتی ہے۔

مشہور مؤرخ و عالم حافظ ابن کثیر دمشقی نے یزدگرد کی مجلس میں مسلم قاصدوں کی گفتگو کا جو ذکر کیا ہے اس سے بھی مذکورہ صورتِ حال واضح ہوتی ہے یزدگرد کی بات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس نے مجلس میں کہا: میرے علم کے

AsliAhleSunnet.com

مطابق کوئی قوم تم سے زیادہ بدبخت، تھوڑی اور جھگڑالو نہ تھی، ہم تم سے نمٹنے کیلئے اطراف کے گاؤں کو لگا دیتے تھے تاکہ ایرانیوں کو تم پر چڑھائی کی ضرورت نہ پڑے، تمھیں یہ توقع بھی نہ تھی کہ ان کا مقابلہ کرسکو گے، اب اگر تمھاری تعداد زیادہ ہو چکی ہو تو ہمارے بارے میں کسی طرح کے دھوکہ میں نہ پڑو، اگر تم تنگدستی کا شکار ہو تو ہم تمھارے لئے روزی کا انتظام کرسکتے ہیں، تمھاری عزت و توقیر کرسکتے ہیں، لباس دے سکتے ہیں اور نرم دل حاکم مقرر کرسکتے ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ نے ایرانی سربراہ کی بات سن کر مزید روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

بادشاہ! آپ نے ہمارا جو حال ذکر کیا اس کا آپ کو علم نہ تھا، ہم سے زیادہ کوئی بدحال نہ تھا، ہماری فاقہ کشی بے مثال تھی، ہم کیڑے مکوڑے اور سانپ بچھو کھاتے تھے، زمین کی پشت ہمارا گھر تھا اور ہم بکری اور اونٹ کے بالوں سے کپڑے بنا کر پہنتے تھے۔ قتل اور ظلم و زیادتی ہمارا مذہب تھا، ہم میں سے کچھ لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے تاکہ وہ کھانے میں شریک نہ ہو۔ آج سے پہلے یقیناً ہمارا حال یہی تھا۔

خلاصہ یہ کہ عرب قوم کے حالات میں خیر و شر کا جو امتزاج و اجتماع نظر آتا ہے اس کا سبب فطری اخلاق کے بگاڑ کے سوا کچھ اور نہ تھا۔

بت پرستی اسی بگاڑ کا نتیجہ تھی۔ شجاعت و سخاوت وغیرہ جیسی خوبیاں ان اخلاق میں ترقی کا مظہر تھا۔ مذہبی و فکری معاملات میں گمراہی انحراف کا پتہ دیتی تھی۔ اقتصادی میدان میں پسماندگی اور لباس و رہائش کے باب میں سادگی سے جاہلی دور کی غیر متمدن و منحرف زندگی کا اندازہ ہوتا تھا۔

حضرت جعفر، یزدگرد اور حضرت مغیرہ تینوں نے عربوں کی زندگی کا جو نقشہ پیش کیا اس میں یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ عربوں کی جاہلیت کے بیان میں اقتصاد کو

AsliAhleSunnet.com

ایک اہم مقام دیا گیا ہے۔

حضرت جعفر کے بیان میں بتوں کی پرستش کے بعد دوسرا مقام اقتصاد کا ہے۔

یزدگرد کے بیان میں اس کو عربوں کے اپنے ملک سے باہر نکلنے کا سب سے اہم محرک قرار دیا گیا ہے۔

حضرت مغیرہ کے بیان میں موجود اقتصادی توضیح بھی یزدگرد کے بیان سے کم نہیں ہے۔

اسی لئے آج کے دور میں تاریخ کے اندر اقتصادی محرک کے مقام سے متعلق جو خیالات رائج ہیں ان کی اصل قیمت و حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ہم یہاں پر مختصر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں۔

دورِ جاہلیت اور اقتصادی (مادی) محرک:۔

گذشتہ بیانات میں تصویر کو جس ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے وہ تاریخ کی اقتصادی تفسیر و توضیح کرنے والوں کی غلطی کے اسباب کا خلاصہ ہے۔ جعفر، یزدگرد اور مغیرہ تینوں نے دورِ جاہلیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے اقدار اور تاریخی محرکات کا ذکر کیا ہے، یہ دور ایک ایسے پسماندہ مرحلہ سے عبارت ہے جس کا دار و مدار اقتصادی توجیہ و تفسیر پر ہے، اس دور کی جزئیات اور عام روح کی تشریح میں اسے سب سے بڑا محرک کہا جا سکتا ہے اور انسان کے مرحلۂ طفولت میں یہ ضرور ساتھ رہتا ہے، لیکن جب کسی عظیم انسانی تمدن کی قدروں کا غلبہ ہوتا ہے تو اقتصاد کی اہمیت کم ہو جاتی ہے اور انسان کی اعتقادی و تمدنی ترقی میں اثر کرنیوالے عوامل میں اس کا پانچواں یا چھٹا درجہ ہو جاتا ہے۔

حضرت جعفر و حضرت مغیرہ اسلام کی عظیم تہذیبی قدروں کے ترجمان ہر اول دستہ

AsliAhleSunnet.com

میں تھے، انھیں مکہ میں قیام کے دوران اور تین سال تک قریش کی جانب سے محصوری کے ایام میں اپنی دولت سے محرومی کا سامنا رہا لیکن پھر بھی انھوں نے اپنے آپ کو جھکانا پسند نہیں کیا۔

○ ○ ○

اقتصاد کی نظریاتی حیثیت جو بھی ہو لیکن اگر تہذیب کو ان معنوی و مادی شرائط کا مجموعہ مانا جائے جن سے کسی معاشرہ میں رہنے والے فرد کو ہر طرح کی سماجی ضمانت حاصل ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں اقتصاد تہذیب کی مجسم تصویر ہوگا، اور اقتصاد کی یہ حیثیت متعین کرنے کے بعد ہمارے سامنے تہذیب کے دو پہلو آئیں گے۔ اول وہ پہلو جو تہذیب کی معنوی شرطوں پر مشتمل ہو جبکہ معاشرہ اپنی سماجی ذمہ داریوں کو متعین کرنے اور ان کو سنبھالنے کے لئے آمادہ ہو۔ دوم وہ پہلو جو تہذیب کی مادی شرطوں کو متضمن ہو، اور یہ اس صورت میں جبکہ معاشرہ کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے ضروری وسائل مہیا ہو جائیں [۱]

اور جب کوئی تہذیب انحطاط اور ماضی پر اعتماد کے مرحلہ میں ہوتی ہے تو اس کے افراد کی زندگی میں اقتصاد کو اولین حیثیت حاصل ہوتی ہے، لیکن یہ اقتصاد بے لبس ہوتا ہے، افعال کو سبب کی طرح حرکت دیتا ہے اور اقدار و عمل کی منزل و مقصد بن جاتا ہے، وہی ابتداء و انتہاء ہوتا ہے، پھر کسی ایسے انسان کا وجود نظر نہیں آتا جسے مادہ کی ریل پیل میں حرکت، رہنمائی یا اختراع کا موقع ملے، اس مرحلہ میں مادہ "ایجاد کا سبب اور وجود کی غایت" بنجاتا ہے۔

---

[۱] مالک بن نبی: المسلم فی عالم الاقتصاد ص ۷۱۔

AsliAhleSunnet.com

لیکن کسی تہذیب کے ایجاد و اختراع اور فکری و انسانی برتری کا وقت ہوتا ہے تو ایسی صورت میں تبدیلی انسان کے اندر سے پیدا ہوتی ہے :-

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو نہیں بدلتا تا وقتیکہ وہ خود اپنے کو نہ بدلے۔ (سورہ رعد ۱۱)

اور اقتصاد کو ترقی کے عوامل میں جو درجہ ملتا ہے وہ بہت بعد کا ہوتا ہے ؎ چنانچہ نبی ص کے زمانہ میں امت اسلامیہ نے اپنے سفر کا آغاز اقتصادی اعتبار سے درجۂ صفر سے کیا تھا، اور سماجی، سیاسی اور فوجی اعتبار سے اپنی اہم ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔" (ایضاً ص ۷۲)

معکوس مثال کے طور پر ترقی و تنزل کے دو مختلف مرحلوں میں اقتصاد کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے موجودہ دور میں عرب دنیا کی اقتصادی حالت پر نظر ڈالنا مفید ہوگا، عرب دنیا میں اقتصادی فراوانی سے سرمایہ دارانہ دنیا کو بھی بے چینی لاحق ہے (مگر یہ بے چینی غرض سے خالی نہیں) لیکن اس عظیم ثروت کے ہوتے ہوئے بھی موجودہ عرب دنیا تہذیبی میدان میں کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہ دے سکی، بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس ثروت کی صحیح تقسیم اور مناسب استعمال بھی نہیں ہو رہا ہے، اسی لئے بہت سے ماہرین کے خیال میں عرب دنیا کی تہذیبی تعمیر میں مادی فراوانی کا یہ دور بیکار و بے سود مرحلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

○ ○ ○

بعثت محمدی سے قبل جزیرۂ عرب کے تمام حصوں میں فکری بے راہ روی اور اعتقادی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ قومی رجحان رکھنے والے بعض مورخین نے جزیرہ کے بعض حصوں میں کسی نوعیت کے نظام کی موجودگی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش

AsliAhleSunnet.com

کی ہے کہ عرب قوم میں اس وقت فکری یا تنظیمی لحاظ سے تمدن کا ایک رنگ موجود تھا۔ لیکن اس طرح کی کوشش "حقیقت" کے مقابلہ میں "قیاس" اور "متعینہ علمی طریقہ" کے مقابلہ میں "ذاتی رجحان" کی ترجیح کے سوا کچھ نہیں۔

قرآن میں یمن کی حکومتوں کا ذکر ضرور آیا ہے، جو نجران سے حضرموت تک کے علاقہ میں پھیلی ہوئی تھیں[1] ان میں ایک "معینی" حکومت تھی۔ جس کا شمال اور وسطی یمن پر قبضہ تھا، اور دوسری حکومت سبأ کی تھی جسے معینی حکومت کے بعد سلطنت اور فکری و انتظامی امور کا ورثہ ملا تھا۔ لیکن یہ حکومتیں بھی کٹر بت پرست اور سادہ تصورات کی حامل تھیں، اور ان کے تمدنی مظاہر اسلام سے تقریباً تین صدی پیشتر محو ہو چکے تھے۔

یہی حال ان چھوٹی چھوٹی حکومتوں کا بھی تھا جو جزیرۂ عرب کے شمالی اور شمال مغربی حصہ میں قائم تھیں، مثلاً نبطی حکومت جو دوسری صدی عیسوی کی ابتداء (۱۰۶ء) میں ختم ہو گئی، اور تدمری حکومت جسے تیسری صدی کی ابتداء میں رومیوں نے ختم کر دیا، اور مناذرہ و غساسنہ کی حکومتیں جو ایرانی یا بیزنطینی بادشاہوں کے ماتحت تھیں۔

خلاصہ یہ کہ اس دور میں بدنظمی کو قانون کی، قبضہ کو اخلاقی عرف کی، ظلم کو قاعدہ کی، اور بت پرستی کو عقیدہ کی حیثیت حاصل تھی، بت پرستی کا ایسا غلبہ تھا کہ جزیرۂ عرب کی پوری تاریخ اصنام و اوثان سے مربوط نظر آتی ہے، اس زمانہ کے مشہور بت یہ تھے:۔ لات و عزیٰ، مناۃ، ہبل، اساف، نائلہ، بعل، ود،

---

[1] ملاحظہ ہو: موجز تاریخ العرب والاسلام از ڈاکٹر حسین قاسم ص ۵۱، مختصر سیرۃ الرسول از شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب ص ۱۷۔

AsliAhleSunnet.com

سواع، یغوث، یعوق، نسر، مناف، غلس اور شعریٰ۔

روشنی کی تلاش:

جاہلی دور میں جزیرۂ عرب کے حالات ناہموار ضرور تھے، لیکن اس وقت کا ہر انسان ان حالات سے خوش اور ذہنی طور پر مطمئن نہ تھا۔

اس زمانہ کی مشہور ایرانی و رومی قومیں جن مذاہب کو مانتی تھیں وہ عالمی اور مؤثر مذاہب نہ تھے، بلکہ ان میں قومی عنصر اور تہذیبی اثرات کا صرف ایک حصہ نظر آتا تھا، دونوں مذاہب کے زیر سایہ جو تہذیب موجود تھی وہ اپنے نقص کے ساتھ ساتھ روبزوال ہو چکی تھی۔

دوسری طرف یہودیوں کے اندر مذہبی تعصب تھا، وہ اس سلسلہ میں قومی نظریہ کے حامل تھے۔ اور عرب قبائل مذہب کو ایک موروثی عنصر کا درجہ دیتے تھے، اسی لئے نئے عقیدہ کے مختلف پہلوؤں پر بحث و مباحثہ کی تردید کرتے ہوئے وہ کہا کرتے تھے:

انا وجدنا اٰباءنا کذلك یفعلون ○ — ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔

اور جو شخص اسلام قبول کرتا تھا ان کو ان الفاظ میں دھمکی دیتے تھے:۔

ترکت دین آبائک لنسفھن حلمک الخ — تم نے اپنے آبائی مذہب کو ترک کر دیا، ہم تمہاری نادانی کا چرچا کریں گے۔

اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کے تصور میں مذہب کی حیثیت موروثی اقدار جیسی تھی اور سماجی و فکری زندگی میں اس کا اثر صرف اسی حد تک تھا۔

AsliAhleSunnet.com

دورِ جاہلیت کے متعدد واقعات میں "حُنَفَاء" کا ذکر آتا ہے، جو اس زمانہ میں "دینِ حق" کے متلاشی تھے، اس تلاش و جستجو سے یقینی طور پر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جزیرۂ عرب کی بظاہر پرسکون مٹی میں ذہنی الجھن اور مذہبی بے اطمینانی کے عناصر مدفون تھے۔

یہ واقعات یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ جزیرہ کے اطراف میں پھیلے ہوئے کچھ دانشوروں کو ایک طرح کی بے چینی اور نفسیاتی تحیر کا سامنا تھا، ابن ہشام بروایت ابن اسحاق قریش کے ایک میلہ اور مذہبی معاملہ میں متحیر افراد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- [1]

"قریش اپنے ایک میلہ میں جمع ہوئے جو ہر سال منعقد ہوتا تھا، اس میں وہ اپنے بتوں کی تعظیم و عبادت کرتے تھے، اس اجتماع میں چار افراد ایک جگہ جمع ہوئے اور سرگوشی کرتے ہوئے، ہر ایک نے دوسرے سے کہا:-

سچ بولیں اور معاملہ کو راز میں رکھیں۔

سب نے کہا: ہاں۔ ان جمع ہونے والوں کے نام یہ ہیں:- ورقہ بن نوفل، عبیداللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث اور زید بن عمرو بن نفیل۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا: جانتے ہو، بخدا اس قوم کا مذہب کچھ نہیں ہے۔ انھوں نے ابراہیم کے دین کو چھوڑ دیا ہے، ہم جن پتھروں کا طواف کرتے ہیں وہ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، نہ ہی نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں۔ لوگو! اپنے لئے کوئی مذہب تلاش کرو، بخدا تم کسی مذہب پر نہیں ہو پھر یہ لوگ حنیفیت (دینِ براہیمی) کی تلاش میں مختلف شہروں کو چلے گئے۔"

---

[1] ابن ہشام: السیرۃ النبویۃ ۱ر۲۲۷

AsliAhleSunnet.com

تلاشِ حق کے اس سفر اور اس کے نتیجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ابن اسحاق نے آگے لکھا ہے کہ :

"ورقہ بن نوفل اس کے بعد نصرانیت کی پابندی پر جم گیا"، ظہورِ اسلام کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی جو گفتگو ہوئی اس سے بعض لوگوں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔

اور عبید اللہ بن جحش تحیر و اضطراب کی کیفیت پر باقی رہنے کے بعد مسلمان ہوا اور ہجرت کر کے حبشہ گیا، وہیں پر نصرانی مذہب قبول کر لیا اور اسی مذہب پر فوت ہوا۔

اور عثمان بن الحویرث قیصر کے پاس جا کر نصرانی ہو گیا اور اس کے اعزاز و اکرام کا مستحق بنا۔

البتہ زید بن عمرو بن نفیل نے یہودیت یا نصرانیت کو قبول نہیں کیا بلکہ اپنے قومی مذہب کو چھوڑ کر بت پرستی سے الگ ہو گیا، مردار، بتوں پر چڑھائے ہوئے جانور اور خون وغیرہ کے کھانے سے پرہیز کیا اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے سے لوگوں کو روکا، وہ کہا کرتا تھا کہ :-

میں ابراہیم کے رب کی پرستش کرتا ہوں۔

اس نے اپنی قوم کے مذہب کی تردید صراحۃً کی تھی، اور اسلام سے پہلے ہی وفات پا گیا۔ درج ذیل اشعار اس کی جانب منسوب ہیں :-

أربًّا واحدًا أم ألفَ ربٍّ أدينُ إذا تقسّمتِ الأمورُ

(اختلاف کی صورت میں ایک خدا کو مانوں یا ہزار خدا کو ؟)

عزلتُ اللاتَ والعزّٰی جمیعًا کذلک یفعلُ الجلدُ الصبورُ

(میں نے لات و عزیٰ ہر ایک کو چھوڑ دیا، قوی اور صابر آدمی ایسا ہی کرتا ہے)

AsliAhleSunnet.com

فلا العزّی ادینُ ولا ابنتیہا ولا صنمی بنی عمرو ازورُ

(میں نہ عزیٰ کو مانتا ہوں نہ اسکی دونوں بیٹیوں کو، نہ بنی عمرو کے دونوں بتوں کی زیارت کرتا ہوں)

ولکن اعبدُ الرحمٰن ربّی لیغفر ذنبی الربُّ الغفورُ

(بلکہ اپنے ربِ رحمان کی عبادت کرتا ہوں تاکہ بخشش والا رب میرے گناہ بخشدے)

ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرو بن نفیل کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جزیرۂ عرب بلکہ پوری دنیا پر مسلط اس مذہبی و فکری خلا اور حیرانی و سرگردانی کے المیہ کا زبردست احساس تھا جو دو زوال پذیر تہذیبوں یعنی ایران کی شیوعیت اور روم کی بے راہ روی کے زیر سایہ پیدا ہوا تھا۔

AsliAhleSunnet.com

حیاتِ طیّبہ

بعثت سے پہلے

AsliAhleSunnet.com

محمدؐ بعثت سے پہلے

وطن اور نسب :-

مکہ میں، جسے کرۂ ارضی کا درمیانی حصہ اور اس کا قلب ومرکز مانا جاتا ہے [1] محمدؐ کی پیدائش ہوئی اور وہیں آپؐ نے پرورش پائی۔

آپؐ اَن پڑھ تھے اور اسی حالت میں رہے، آپؐ کی قوم بھی اَن پڑھ تھی، اس کا کوئی ثقافتی سرمایہ یا تہذیبی پس منظر نہ تھا، قرآن کریم نے واضح طور پر اس حقیقت کا اعلان کیا ہے، ارشاد باری ہے :-

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة، وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ○ [2]

اسی (اللہ) نے ان پڑھ لوگوں میں انہی سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کو پڑھتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، بیشک وہ پہلے کھلی گمراہی میں تھے :

---

[1] ڈاکٹر حسین کمال الدین (انجینیر) نے ہندسہ کی روشنی میں بنائے ہوئے دنیا کے نقشہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مکہ کا مرکز وقلبِ عالم ہونا ایک جغرافیائی حقیقت ہے، کوئی جذباتی دعویٰ نہیں، ملاحظہ ہو ان کی تصنیفات : منحنیات القبلہ، مواقیت الصلاۃ اور اتجاهات القبلہ

[2] سورۃ الجمعہ : ۲

AsliAhleSunnet.com

نبی ص کا ان پڑھ ہونا اور ان پڑھ قوم میں آپ ص کا مبعوث ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا، اس طرح نبوت و شریعت کا معجزہ واضح ہو گیا، اور ہر شخص اس فرق کو سمجھ گیا جو اسلامی دعوت اور دیگر بشری دعوتوں کے مابین موجود ہے۔

اگر نبی ص تعلیمیافتہ ہوتے اور آپ کو قدیم کتابوں، سابقہ اقوام کی تاریخ یا پڑوسی حکومتوں کی تہذیب سے واقفیت ہوتی تو لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے تھے۔ اسی طرح اگر اسلامی دعوت کسی ایسی قوم میں ظاہر ہوتی جس کا ایرانی و رومی قوموں کی طرح تہذیب و تمدن اور فلسفہ و تاریخ میں ایک مقام ہوتا تو بہت سے باطل پرست اور وہم زدہ لوگ یہ سوچ سکتے تھے کہ یہ دعوت تہذیبی تجربات اور فلسفیانہ افکار کا ثمرہ ہے جو ترقی پانے کے بعد اس عمدہ تہذیب و قانون کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں[1]

اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ص کو مکہ سے جو قلب عالم ہے، اور ایک ایسی قوم سے جو ان پڑھ تھی، منتخب کیا اسی طرح آپ ص کو ایک ایسے سلسلۂ نسب سے منتخب کیا جس میں کسی طرح کا التباس یا پوشیدگی نہ تھی، اور نہ اس کی طہارت و صفائی میں کسی کو کوئی کلام تھا۔ اس اختیار و انتخاب کو خود نبی ص نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے:۔

ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسماعیل، واصطفی قریشا من کنانۃ، واصطفی	اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم کو اور

---

[1] ملاحظہ ہو فقہ السیرۃ از ڈاکٹر سعید رمضان البوطی ص ۳۰، ۳۱

AsliAhleSunnet.com

هاشمامن قریش، واصطفانی من بنی هاشم۔ بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب کیا ہے

والد کی طرف سے آپؐ کا سلسلۂ نسب یہ ہے :-

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (انھیں شیبۃ الحمد بھی کہا جاتا ہے) بن ہاشم بن عبد مناف (ان کا نام مغیرہ ہے) بن قصی (ان کا نام زید ہے) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ۔ اور عدنان، حضرت اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد سے ہیں ۔

والدہ کی جانب سے سلسلۂ نسب یہ ہے :-

آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زھرۃ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر۔

اور آمنہ کی ماں کا نسب یوں ہے :-

برۃ بنت عبد العزی بن عثمان بن عبد الدار بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر۔

اور ان کی ماں کا نام اور نسب یوں ہے :-

برۃ ام حبیب بنت اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرۃ ۔ [1]

ابن ہشام کا بیان ہے کہ : رسول اللہ ص حسب کے اعتبار سے اولاد آدم میں سب سے اشرف اور ماں باپ کی جانب سے نسب کے اعتبار سے سب سے افضل ہیں ۔ [2]

---

[1] ابن ہشام : السیرۃ ۱/ ۱۱۵ [2] ایضا

AsliAhleSunnet.com

راجح قول کے مطابق نبی ص کی ولادت باسعادت کے وقت پوری دنیا تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی اور اسے کسی نجات دہندہ کی تلاش تھی۔ تمام قرائن اشارہ کر رہے تھے کہ نبی ص کی ولادت کا وقت آن پہونچا ہے۔

عظیم لوگوں کے لئے تاریخی معیار[1]:-

بڑے لوگوں کی زندگی میں ان کے نمایاں ہونے سے پہلے بہت سے ایسے موقف نظر آتے ہیں جو اس نقطۂ ابتداء پر ختم ہو جاتے ہیں جہاں سے انسانی تاریخ ان کی زندگی کے ہر جزئیہ کو قلمبند کر لیتی ہے۔

دنیا کا کوئی بھی بڑا شخص زندگی کے اس حصہ کی تفصیلات نہ تو خود بتا سکتا ہے نہ تاریخ بتا سکتی ہے جس میں وہ ابھی لوگوں کی توجہ و تکریم کا مرکز نہیں بنا تھا انسانیت کی تاریخ میں بڑے لوگوں کی زندگی پر ایک نظر ڈالئے، تاریخ کے پردہ پر نمایاں ہونے سے پہلے کی بیشتر باتیں سامنے نہیں آئیں گی۔ اس زندگی سے متعلق اگر خود ان بڑوں سے بھی سوال کیا جائے تو بہت کم بتا سکیں گے۔

نبی ص سے پہلے جو انبیاء دنیا میں آئے ان کے متعلق ہم کیا جانتے ہیں؟

نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال کی عمر پائی، لیکن اس طویل زندگی سے متعلق ہم کو کیا معلوم ہے؟

صالح، شعیب، لوط اور ہود علیہم السلام سے متعلق ہم کو کیا معلوم ہے؟

نبی ص سے پہلے کے دونوں رسول جن کے نام لیوا دنیا میں موجود ہیں،

---

[1] اس معیار کے ذریعہ اور دور جاہلیت میں نبی ص کے واقعات زندگی کو بیان کر کے ہم مستشرقین کے اس دعویٰ کی تردید کرنا چاہتے ہیں کہ بعثت سے پہلے کی آپ کی زندگی میں ابہام و خفاء ہے۔

AsliAhleSunnet.com

ان کے بارے میں ہم کیا جانتے ہیں ؟

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں کیسی زندگی بسر کرتے تھے ؟ ان کی تربیت کیسے ہوئی ؟ بنی اسرائیل سے کس طرح رابطہ قائم ہوا ؟ مدین کی سرزمین میں شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانے کے دن کیسے گذارے ؟

توراۃ کے بیان کے مطابق آپ مدین سے اسی سال کی عمر کے بعد واپس ہوئے، اور میدان تیہ کی مدت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی، لیکن اس طویل زندگی سے متعلق ہم کو کیا معلوم ہے ؟

عیسیٰ علیہ السلام نے بعثت سے پہلے تیس سال بسر کئے، اس مدت کے بارے میں ہم کیا جانتے ہیں۔

مسیح علیہ السلام کی زندگی کے سترہ سال بالکل نامعلوم ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ آپ بعثت کے بعد صرف تین سال تک تاریخ کے سامنے رہے۔ مسیح علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں یہی معلومات ہمارے سامنے ہیں۔ بلکہ بعد میں تو محققین نے یہ رائے قائم کی ہے کہ مسیح علیہ السلام کی زندگی کے صرف پچاس دنوں کے بارے میں واضح اور یقینی معلومات ہیں۔ پادری چارلس انڈرس اسکاٹ نے انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا ۱۳ / ۱۷۱ (ایڈیشن چہاردہم) میں لکھا ہے کہ :

"مناسب ہے کہ انسان حضرت مسیح کی زندگی سے متعلق کوئی کتاب لکھنے کا ارادہ نہ کرے، کیونکہ اس مقصد کے لئے معلومات کا وجود نہیں، آپ کی زندگی کے جن دنوں کے بارے میں واضح معلومات موجود ہیں ان کی تعداد پچاس سے زیادہ نہیں۔ [۱]

---

[۱] ابوالحسن ندوی: النبی الخاتم ص ۱۳ (طبع المختار الاسلامی)

AsliAhleSunnet.com

خود مشاہیر صحابہ کو دیکھئے، اسلام کے ذریعہ تاریخ میں داخل ہونے سے پہلے ان کی زندگی کے بارے میں ہم کیا جانتے ہیں؟ حضرت عمر، حضرت ابوبکر، حضرت عثمان اور حضرت ابوہریرہ کی اسلام سے پہلے کی زندگی کے بارے میں ہم کیا جانتے ہیں؟

تاریخ کے پردہ پر ظاہر ہونے سے پہلے ان لوگوں کی زندگی سے متعلق جو باتیں ہمیں معلوم ہیں وہ چند سطروں سے زیادہ نہیں۔

لیکن یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ نبی ص کی بعثت سے پہلے کی زندگی میں کسی طرح کا نقص یا اس کو سمجھنے میں کسی طرح کی دشواری ہے۔

مستشرقین اور اہل مغرب کے تصور کے برعکس میرا مذکورہ تصور صحیح ہے۔

اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تاریخ کا یہ کام نہیں ہے کہ بڑے لوگوں کی زندگی کا تاریخی دور شروع ہونے سے پہلے کی تمام جزئیات کا وہ تتبع کرے۔ تاریخ کی صرف یہ ذمہ داری ہے کہ ان میں سے اہم جزئیات کو لوگوں کے سامنے پیش کر دے، بالخصوص ان جزئیات کو جن کا ان کی شہرت کے مرحلہ اور عملی پہلو سے تعلق ہے۔

بڑوں کے الفاظ و کردار کے اہم اور نمایاں ہوتے سے پہلے ان کی زندگی کو صرف مذکورہ بنیاد ہی پر پرکھا جاسکتا ہے۔

ممتاز اور واضح زندگی :۔

بعثت سے پہلے نبی ص کی زندگی کے بڑے واقعات اور کارناموں کو تاریخ کے مزاج کی توضیح کے بعد ہم درج ذیل حصوں میں مختصر طور پر ذکر رہے ہیں :۔

○ مورخہ ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ (عام الفیل) مطابق ۵۷۱ء آپ ص کی ولادت ہوئی۔

AsliAhleSunnet.com

○ آپؐ کے والد عبد اللہ بن عبد المطلب کی وفات آپؐ کی ولادت سے پہلے ہی ہوگئی تھی۔ آپؐ کی پیدائش کے پہلے ہی سال یہ بڑے واقعات رونما ہوئے: ایوان کسریٰ میں شگاف پڑ گیا، ہاتھیوں کے ساتھ کعبہ پر حملہ کرنیوالے ہلاک ہوئے اور جبلہ کی لڑائی میں عامر عبس کو ذبیان و تمیم پر فتح ہوئی۔

○ پانچ سال کی عمر تک آپؐ نے بادیۂ بنی سعد میں زندگی بسر کی، یہ وقت کھیلنے میں اور رضاعی بھائی بہنوں (عبد اللہ بن الحارث، شیماء، اور انیسہ) کے ساتھ بکریاں چرانے میں گذارا۔

○ اسی سال شق صدر کا واقعہ پیش آیا جسے سیرت کی کتابوں نے ذکر کیا ہے، اور صحیح مسلم میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔ آپؐ کی زندگی کے بہتیرے معجزات کو تسلیم کرنے کے بعد اس واقعہ میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

○ بادیہ سے واپسی کے بعد تقریباً ایک سال تک آپؐ اپنی ماں کے ساتھ رہے۔

○ چھ سال کی عمر میں آپؐ کی ماں اپنے شوہر عبد اللہ کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ گئیں، واپسی میں ان کا انتقال ہوگیا اور مقام "ابوار" میں ان کو دفن کیا گیا۔

○ والدہ کی وفات کے بعد آپؐ کے دادا عبد المطلب نے آٹھ سال کی عمر تک آپؐ کی کفالت کی۔

○ عمر کے ساتویں سال آپ کو آشوب چشم کی شکایت ہوئی، جس کاہن نے آپؐ کا علاج کیا اسے آپؐ کی نبوت کا اندازہ ہوگیا تھا، اس لئے اس نے عبد المطلب کو آپؐ کے ساتھ اچھے معاملہ کی تاکید کی۔

○ عبد المطلب نے جس خوش اسلوبی سے آپؐ کی نگہداشت کی وہ معروف ہے۔

AsliAhleSunnet.com

○ آٹھویں سال عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا ابوطالب آپؐ کے کفیل ہوئے کیونکہ یہ آپؐ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے، اُن کی ماں (نبیؐ کی دادی) کا نام فاطمہ بنت عمرو بن مخزوم تھا۔

○ بارہویں سال آپؐ نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر پر جانے کے لئے اصرار کیا، وہ آپؐ کو ساتھ لے کر سفر پر گئے اور بحیرا راہب کا واقعہ پیش آیا، یہ واقعہ صحیح ہے، امام ترمذی نے اس کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

بحیرا راہب قدیم مقدس کتابوں سے واقف تھا، اس لئے بعید نہیں کہ اس کو وہ اوصاف نظر آگئے ہوں جن کا ان کتابوں میں ذکر ہے، اسی طرح اس قصہ کا انکار کرنے کی کوئی عقلی وجہ بھی نہیں۔

○ اپنے چچا کے ساتھ رہتے ہوئے آپؐ بکریاں بھی چراتے تھے، کیونکہ ابوطالب کثیر الاولاد اور غریب تھے۔

○ عمر کے پندرہویں سال آپؐ نے حرب فجار میں شرکت کی، یہ لڑائی حرمت والے مہینوں میں ہوئی تھی، ایک طرف قریش اور کنانہ کے قبائل تھے، اور دوسری طرف ہوازن وقیسِ عیلان کے۔ اس لڑائی کا سبب یہ تھا کہ قبیلہ ہوازن کے ایک شخص عروہ نے حیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر کے تجارتی قافلہ کو پناہ دی تھی،

اسی دوران اسے کنانہ کے براض بن قیس نے قتل کر دیا، اس واقعہ کے بعد دونوں قبیلوں میں جنگ شروع ہوگئی اور قیس کے مقابلہ میں کنانہ کو فتح ہوئی نبی صؐ نے اسی جنگ کے متعلق فرمایا تھا کہ: میں اپنے چچا کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱/ ۱۹۸)

AsliAhleSunnet.com

○ آپ ﷺ کی عمر کے انیسویں سال ہرمز بن کسریٰ کی موت واقع ہوئی، اور اس کی جگہ اس کا بیٹا پرویز تخت پر بیٹھا۔

○ بیسویں سال میں آپ ﷺ نے "حلف الفضول" کے نام سے معروف معاہدہ میں شرکت کی، یہ معاہدہ عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں طے پایا تھا اور اس میں قریشی قبیلوں میں سے درج ذیل قبائل نے شرکت کی تھی: بنو ہاشم، بنو المطلب، اسد بن عبد العزیٰ، زھرۃ بن کلاب اور تیم بن مرۃ۔ اس معاہدہ کا مضمون یہ تھا کہ: معاہدہ میں شریک قبائل مکہ میں موجود ہر مظلوم کی مدد کریں گے، خواہ وہ مکہ کا باشندہ ہو یا کہیں اور کا، اور اس کے ساتھ انصاف کے لئے ظالم شخص کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے لہ

اس معاہدہ کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ: عاص بن وائل نے زبید کے ایک شخص سے کچھ سامان خریدا اور قیمت نہیں دی، اس شخص نے قریش کی شرافت وسخاوت کا حوالہ دے کر ان سے مدد طلب کی جس کے نتیجہ میں یہ معاہدہ طے پایا، اس معاہدہ کی اہمیت وافادیت کا اندازہ نبی ص کے درج ذیل ارشاد سے ہوتا ہے:

"لقد شهدت فی دار عبد الله بن جدعان حلفا ما أحب ان لی به حمر النعم، ولو دعيت به فی الاسلام لاجبت"[2]

(عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں میں نے جس معاہدہ میں شرکت کی اس کے بدلہ میں مجھے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں، اگر اسلام میں بھی مجھے اس طرح کے معاہدہ کی دعوت دی جائے گی تو میں اسے منظور کروں گا)

لہ سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۴۱ ۲ہ ایضا ۱/۱۴۱، الوفا باحوال المصطفٰے لابن الجوزی ۱/۱۰۰

AsliAhleSunnet.com

○ عمر کے پچیسویں سال آپؐ کی زندگی میں ایک اہم تبدیلی ہوئی، اسی سال کی ابتدا رہی سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ کوئی اہم واقعہ ظہور پذیر ہوگا۔ اسی سال مکہ کی ایک معزز اور مالدار خاتون خدیجہ بنت خویلد نے نبی ص کی سچائی و ایمانداری کے واقعات سن کر آپؐ سے یہ مطالبہ کیا کہ ان کا مال لے کر تجارت کریں، وہ دوسروں کے مقابلہ میں آپؐ کو زیادہ منافع دیں گی۔ نبی ص نے یہ پیش کش قبول کرلی اور اور خدیجہ کے غلام میسرہ کو ساتھ لے کر ملک شام روانہ ہو گئے۔ واپسی کے بعد حضرت خدیجہ کو اس تجارتی سفر کے منافع کا علم ہوا اور ان کے غلام میسرہ نے نبی ص کے ذاتی محاسن و محامد کا ذکر کیا تو آپؐ کی شخصیت سے متاثر ہو کر حضرت خدیجہ نے نفیسہ بنت منبہ کو آپ کے پاس بھیجا اور آپؐ کے ساتھ شادی کی درخواست کی۔ اس پیشکش کو سن کر نبی ص نے اپنے چچا سے مشورہ کیا، ان لوگوں نے رشتہ منظور کر کے حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد کے پاس پیغام بھیج دیا اور شادی کا یہ مبارک رشتہ طے پا گیا۔

○ عمر کی پینتیسویں منزل میں قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کرتے ہوئے حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھنا چاہا تو قبائل کے مابین اختلاف ہو گیا، ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اس کے حصہ میں آئے، باہمی لڑائی کے آثار ظاہر ہو گئے تھے، بنو عبدالدار نے مرنے کے لئے قسم کھالی تھی، اور اس کے افراد نے خون میں ہاتھ ڈبو کر بنو عدی بن کعب کے ساتھ جان دیدینے کا عہد کیا تھا۔

اس نازک صورتِ حال میں ابو امیہ بن مغیرہ نے یہ تجویز رکھی کہ جھگڑنے والے قبائل اس شخص کو حکم مان لیں جو مسجد کے دروازہ سے سب سے پہلے داخل ہو۔ سب نے اسے منظور کیا، اس اتفاق کے بعد سب سے پہلے داخل ہونے والے نبی ص تھے، آپؐ کو دیکھ کر سب بیساختہ بول اٹھے کہ: امین آگئے، محمدؐ آگئے۔

AsliAhleSunnet.com

آپؐ نے اس تنازعہ کو حل کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ ایک کپڑا منگا کر اس میں حجر اسود کو رکھ دیا، اور ہر قبیلہ سے کہا کہ کپڑے کا سرا پکڑ لے اور متعینہ جگہ تک لے کر چلے، جب پتھر وہاں پہونچ گیا تو آپؐ نے اٹھا کر اس کی جگہ پر اسے نصب کردیا اور اس طرح ایک خطرناک جھگڑا دفع ہوگیا۔ آپؐ کے اس فیصلہ میں گویا یہ اشارہ تھا کہ اس مقدس گھر کا مستقبل قدرت نے آپؐ کے حوالہ کردیا ہے۔ آپؐ کے اس فیصلہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپؐ نے اس نازک موقع پر بنو ھاشم کی رعایت یا کسی طرح کی جانبداری سے کام نہیں لیا۔

○ ○ ○

ہم پورے طور پر یہ اطمینان کرسکتے ہیں کہ پندرہ سال کی اس مدت میں آپؐ مکہ میں حضرت خدیجہ کے گھر میں مقیم تھے اور اخلاقی و انسانی حدود میں اپنی خانگی و سماجی ذمہ داریوں کو انجام دے رہے تھے۔

○ یہ ثابت نہیں کہ نبی ص مکہ سے باہر کسی اور شہر میں گئے، اور نہ یہ ثابت ہے کہ آپؐ پڑھنے لکھنے سے واقف تھے، ورنہ بعثت کے بعد آپؐ کو قرآن لکھنے کے لئے کاتبوں کی ضرورت نہ ہوتی، اور نہ آپؐ علانیہ طور پر قرآن کی وہ آیتیں مشرکین کے سامنے پڑھ سکتے تھے جن میں آپؐ کے امی ہونے کی وضاحت ہے،

ایک آیت میں اس مضمون کو بالکل قطعیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، ارشاد ہے:۔

وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ (سورۂ عنکبوت ۴۸)	آپؐ اس سے پہلے نہ تو پڑھنا جانتے تھے، نہ ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ باطل پرست شبہ کرسکیں۔

AsliAhleSunnet.com

○ اسی طرح ہمیں یہ بھی اطمینان ہے کہ نبی ص نے اپنی زندگی کے یہ پندرہ سال شوہر اور باپ کی حیثیت سے بسر کئے، اور اس مدت میں اپنے گھر اور خاندان کے ساتھ مخلصانہ برتاؤ کیا۔ آپ تنہائی کو ترجیح دیتے تھے، اور آپ کے حسن معاملت سے اس چھوٹے سے گھر کو جاہلی دور کی تاریکی کے سمندر میں ایک نورانی جزیرہ کی حیثیت حاصل تھی جہاں ہر طرح کا سکون موجود تھا۔ ازدواجی زندگی میں اپنی پہلی بیوی کے لئے جو عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں، آپ کا اخلاص ضرب المثل تھا، ان کی موت کے بعد بھی آپ اس رشتہ کا پاس رکھتے تھے ایک باپ کی حیثیت سے بھی آپ اپنی ذمہ داریاں بحسن و خوبی انجام دیتے تھے، چنانچہ آپ نے خاندان کی نگہداشت کی اور وقت پر بیٹیوں کا بیاہ کیا۔ اسی مدت میں حضرت زینب اپنے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن عبد شمس سے بیاہی گئیں۔ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم ابولہب کے بیٹے عتبہ اور عتیبہ سے بیاہی گئیں، اور اسی مدت میں آپ نے اپنی اولاد میں سے قاسم اور عبد اللہ کو اپنے ہاتھوں سپرد خاک کیا، اس نازک موقع پر آپ کا دل متاثر اور آنکھیں پرنم تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر آپ ہر طرح راضی تھے

ہمیں یقین ہے کہ اس مرحلہ میں اپنے تجربہ اور حسن اخلاق کی بنا پر نبی ص کو مکہ میں تجارتی و اخلاقی مشیر کی حیثیت حاصل رہی ہو گی، اور آپ حضرت خدیجہ کی تجارت کی نگرانی بھی کرتے رہے ہوں گے [1]

مگر ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ اس طرح کی سماجی و تجارتی سرگرمیاں آپ کا مقصد نہ تھیں، اور نہ آپ کی زندگی میں ان کا کوئی خاص مقام تھا،

---

[1] دولۃ الرسول فی المدینہ ص ۳۲ -

AsliAhleSunnet.com

اسی لئے آپؐ جاہلی دور کی بے مقصد زندگی اور خود ساختہ رسم و رواج سے دور ہو کر اپنے گھر میں اور حرار کے غار میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی نشانیوں میں غور و فکر کا اہتمام بھی فرماتے تھے۔

راجح یہ ہے کہ آپؐ حضرت ابراہیمؑ کے دین کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، اور ایک حقیقت کا متلاشی اور خالق کائنات کے سلسلہ میں غور و فکر کرنے والا شخص عبادت کے جس طریقہ کو اختیار کرتا ہے اگر اس کا اعتبار کیا جائے تو حضرت ابراہیم اور حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے دین کے مابین کوئی فرق بھی نہیں، اس لئے اس مسئلہ میں کسی طرح کے اختلاف کا سوال نہیں[۱] کیونکہ نبی ص کوئی ایسا دینی شعار بجا نہیں لاتے تھے جسے کسی ایک دین کی جانب منسوب کیا جا سکے۔ آپؐ کی اس عبادت کا مقصد یہ تھا کہ نفس کا تزکیہ ہو، کائنات کے خالق کی عظمت اور جلال کا یقین ہو اور ساتھ ہی اس بگاڑ و بدنظمی کا اندازہ ہو جو رومی، ایرانی اور عربی معاشروں میں عام ہے۔

آپؐ دراصل ایسی عبادت کرتے تھے جس کی دعوت تمام مذاہب میں موجود ہے

بلند حنیفی اخلاق:۔

نبی ص کے اخلاق سے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ آپؐ نے کبھی نہ تو کھیل کود میں حصہ لیا، نہ قصہ گوئی کی مجلس میں حاضر ہوئے، البتہ دو مرتبہ آپؐ نے اس کو سننے کا ارادہ کیا لیکن دونوں بار اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو روک دیا۔

---

[۱] ملاحظہ ہو: حیاۃ محمد ص ۱۳۱، عصر الرسالۃ ص ۱۹۱، محمد ص نبی الانسانیہ ص ۸۵

AsliAhleSunnet.com

○ آپؐ کے متعلق ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کبھی آپؐ نے کسی بت کو سجدہ نہیں کیا، نہ شراب پی، نہ کسی گناہ کا ارتکاب کیا، بلکہ اس پوری زندگی کو احتیاط و وقار کے ساتھ بسر کیا۔

آپؐ سے مروی کہ :۔میں ایک بار قریش کے بچوں کے ساتھ کھیل کے لئے پتھر جمع کر رہا تھا، ہم میں سے ہر شخص تہبند گردن پر رکھ کر پتھر ڈھو رہا تھا، میں بھی ان کے ساتھ آجا رہا تھا، اچانک کسی نے مجھے ایک ہلکا گھونسہ لگایا اور کہا کہ تہبند باندھ لو، میں نے تہبند باندھ لیا اور کھلی گردن پر پتھر ڈھونے لگا [۱]

○ ابن ہشام نے دور جاہلیت میں نبی ص کی سیرت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: نبی ص کو اللہ تعالیٰ نے جوانی کے ایام میں جاہلی دور کی تمام برائیوں سے محفوظ رکھا تھا، کیونکہ آپؐ کو آئندہ منصب نبوت پر سرفراز ہونا تھا، جب آپؐ جوانی کے مرحلہ سے آگے بڑھے تو اخلاق و عادات، کردار و گفتار، صبر و حلم، امانت و صداقت اور پاکیزگی و طہارت میں سب سے فائق تھے اور اسی وجہ سے آپؐ کی قوم نے آپؐ کو امین کے لقب سے ملقب کیا تھا [۲]

○ انھی اخلاق عالیہ اور فضائل حسنہ کی وجہ سے حضرت خدیجہ نے آپؐ کو بحیثیت شوہر منتخب کیا تھا۔

○ آپؐ کے جان نثار صحابہ دور جاہلیت میں آپؐ کے ساتھ رہ چکے تھے، اور انھوں نے بعثت کے بعد آپؐ کی جس طرح اطاعت کی اس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی، اگر آپؐ کی زندگی میں کسی بھی طرح کا غموض ہوتا یا کوئی ادنیٰ نقص یا عیب موجود ہوتا تو بعثت سے قبل یا اس کے بعد ضرور ظاہر ہوتا۔

---

[۱] ابن ہشام ۱/۱۹۱ [۲] ابن ہشام ۱/۱۹۱

AsliAhleSunnet.com

○ آپؐ کے دشمن بھی اس معاملہ میں صدق بیانی پر مجبور تھے، حالانکہ آپؐ کی دعوت کو روکنے اور آپؐ کی زندگی کو ختم کرنے کے لئے انھوں نے کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا، چنانچہ ابوسفیان نے ہرقل کے سامنے یہ گواہی دی کہ آپؐ نسب کے لحاظ سے سب سے بہتر ہیں، اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہو جاتے ہیں پھر جدا نہیں ہوتے، اور آپؐ نہ تو جھوٹ بولتے ہیں نہ ہی بیوفائی کرتے ہیں لے

قریش کی ایک مجلس میں نبی ص کے کٹر دشمن نضر بن حارث کا بیان قابل غور ہے، اکابر قریش کو مخاطب کر کے کہتا ہے:-

قریش کے لوگو! محمد ص کے معاملہ نے تم کو عاجز بنا دیا، ان کے سلسلہ میں تم کسی فیصلہ سے قاصر نظر آتے ہو، وہ تمہارے اندر پیدا ہوئے اور بڑھے تمھیں وہ سب سے زیادہ پسند اور تم میں سب سے زیادہ سچے تھے اسی لئے تم نے ان کو امین قرار دیا، لیکن جب بڑھاپے کی منزل میں قدم رکھنے کے بعد انھوں نے تمہارے سامنے اس دعوت کو پیش کیا تو تم کہنے لگے کہ جادوگر ہے، کاہن ہے، شاعر ہے، دیوانہ ہے۔ بخدا میں نے ان کا کلام سنا ہے، اس میں تمھاری کہی ہوئی کوئی چیز نہیں ہے

مکہ کے کافر اپنی تمامتر دشمنی کے باوجود اپنی امانت آپؐ کے پاس رکھا کرتے تھے، اور انہی امانتوں کی ادائیگی کے لئے آپؐ نے ہجرت کے وقت حضرت علی رضہ کو مکہ میں باقی رہنے کا حکم فرمایا تاکہ لوگوں تک ان کی امانتیں پہونچا دیں۔

لے بخاری ومسلم۔ تاریخ طبری ۲ ر ۵۶ ے الرسالۃ المحمدیہ ص ۱۱۶

AsliAhleSunnet.com

○ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے جاں نثار صحابہ کے اخلاص کا ایک زندہ نمونہ حضرت ابوبکرؓ کا درج ذیل قول ہے، واقعۂ معراج کے بعد مشرکین نے ان سے کہا کہ آپ کے ساتھی (محمدصؐ) کا یہ خیال ہے کہ وہ آسمان کی سیر کر آئے ہیں! حضرت ابوبکر نے فوراً جواب دیا کہ: اگر آپؐ نے یہ فرمایا ہے تو پھر سچ ہے۔

○ پھر صحابہ کے سامنے آپؐ کی اخلاقی حقیقت کو پہچاننے اور آپؐ کے بارے میں فیصلہ کرنے کے بہت سے مواقع تھے، کیونکہ صحابہ کے ساتھ آپؐ کا معاملہ بادشاہ اور رعیت کا معاملہ نہ تھا، بلکہ آپؐ انہی میں کے ایک فرد بن کر رہتے تھے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور نماز روزے ہر چیز میں شریک تھے، سادگی کو پسند کرتے تھے اور تکلف کو برا جانتے تھے، صحابہ میں کچھ ایسے بھی تھے جنھیں دسیوں سال آپؐ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا تھا۔

○ اور صحابہ کی یہ جماعت ناواقف یا دنیا سے کٹی ہوئی نہ تھی، بلکہ ان میں کچھ مکہ کے باشندے تھے جہاں ہر سال حجاج آتے تھے، اور ان کے فضل و سرداری کے معترف تھے، اور یہ لوگ اسی طرح تجارتی اعتبار سے یمن اور شام کے لوگوں سے بھی تعلق رکھتے تھے۔

○ صحابہ کی اس پاکیزہ جماعت نے نبی صؐ کی زندگی میں اور آپؐ کی وفات کے بعد یہ ثابت کر دیا کہ وہ عقل و تجربہ اور طبع شناسی و حکمرانی میں سب سے فائق ہیں، کیونکہ وسائل کی کمی کے باوجود اس دور کی عظیم ترین متمدن حکومتوں کو زیر کر لیا[1]

---

[1] الرسول ۱ - ۲۴ -

AsliAhleSunnet.com

یہ ممکن نہیں کہ نبی ص کی بعثت سے پہلے کی زندگی بعد کی زندگی کے برعکس ہو۔

اور آپ کی یہ پوری زندگی مشرکین کی عداوت کا نشانہ تھی، انھوں نے ہرطرح آپ کی مخالفت کی، اگر آپ کی زندگی میں ادنیٰ سا شبہ یا کسی طرح کا کوئی دھندلاپن نظر آتا تو وہ ہرگز خاموش نہ رہتے۔

جاہلی معاشرہ میں یقیناً کچھ لوگ ایسے تھے جنھیں اس دور کی اقدار و عادات پر اطمینان نہ تھا، ان ہی کو حنفاء کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، لیکن ان میں کا کوئی شخص بھی نبی ص کی اخلاقی ونفسیاتی بلندی وکمال کے ہزارویں حصہ کو بھی نہ پاسکا، آپ کی ذات اس باب میں ضرب المثل تھی، ورقہ بن نوفل نے صاف اعلان کردیا تھا :- بخدا ! آپ اس امت کے نبی ہیں، آپ کے پاس وہی فرشتہ آیا ہے جو موسیٰ کے پاس آتا تھا، اہل قریش ! تم ان کی تکذیب کروگے، تکلیف دوگے، شہر سے نکالوگے اور جنگ کروگے، اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو اللہ کے دین کی پوری مدد کروں گا [۱]

[۱] ابن ہشام ۱ - ۲۵۴

AsliAhleSunnet.com

محمد بن عبداللہ

اللہ

کے

نبی اور رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

AsliAhleSunnet.com

محمد بن عبد اللہ ... اللہ کے نبی و رسول

وحی کیا ہے :-

چالیس کی عمر کو پہونچنے سے پہلے کے چند سال رسول اکرم ص کی زندگی میں اس حیثیت سے ممتاز ہیں کہ آپؐ ان میں زیادہ عبادت کرتے تھے اور مادی و قبائلی کش مکش کے بوجھ سے خود کو اور زیادہ دور رکھتے تھے۔

آپؐ کی ذات ایک ایسے شفاف انسانی آئینہ کی طرح تھی جس میں ہر چیز نظر آتی تھی لیکن کسی چیز کا دھبہ یا نشان آئینہ کو مکدر نہیں کرتا تھا۔

غار حرا کا پرسکون ماحول آپؐ کو پسند تھا، وہاں کئی کئی دن عبادت اور غور و فکر کے بعد آپؐ حضرت خدیجہ کے پاس واپس آتے اور ضرورت کی چیزیں لے کر پھر عبادت کے لئے چلے جاتے۔

چالیس کی عمر کو پہونچنے تک آپ کا یہی طریقہ تھا، پھر آپؐ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی [۱]

ابن اسحاق نے بہ سند زہری عن عروہ بن الزبیر عن عائشہ رض نقل کیا ہے کہ: رسول اکرم ص پر وحی کا سلسلہ سچے خواب سے شروع ہوا، آپؐ نیند میں جو کچھ دیکھتے وہ دن کی روشنی کی طرح سامنے آجاتا۔ آپ کو خلوت پسند تھی، تنہا رہ کر غور و فکر کرنا آپؐ کو بہت زیادہ محبوب تھا۔ [۲]

---

[۱] ابن الجوزی: الوفا ۱/۱۶۲ [۲] سیرۃ ابن ہشام ۱/۲۴۹

AsliAhleSunnet.com

"پھر جب وہ مہینہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تکریم کا فیصلہ فرمایا تھا، یعنی رمضان کا مہینہ (جنوری ۶۱۱ء)، تو رسول اکرم ص غار حرا میں تشریف لے گئے، رات کے وقت آپؐ کے پاس حضرت جبریل وحی لے کر آئے۔ رسول اللہ ص فرماتے ہیں کہ: میں سویا ہوا تھا، جبریل دیباج کا ایک کپڑا لے کر آئے جس میں کچھ لکھا ہوا تھا، مجھ سے کہا کہ: پڑھیئے، میں نے پوچھا: کیا پڑھوں؟ انھوں نے مجھے اس قدر زور سے بھینچا کہ مجھے موت کا گمان ہونے لگا، پھر چھوڑ کر کہا کہ: پڑھیئے، میں نے کہا کہ: کیا پڑھوں؟ انھوں نے پھر پہلے کی طرح مجھے بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا کہ: پڑھیئے، میں نے پھر کہا کہ: کیا پڑھوں؟ انھوں نے پھر مجھے بھینچا اور چھوڑ کر کہا کہ: پڑھیئے، میں نے کہا کہ: کیا پڑھوں؟ انھوں نے کہا کہ:۔

"اقرأ باسم ربك الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ وربك الاکرم، الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم۔"

اے رسول! تو اپنے رب کا نام پڑھا کر جس نے سب کچھ بنایا ہے، انسان کو خدا نے بستہ خون سے پیدا کیا، اپنے رب کا نام پڑھا کر، تیرا پروردگار بڑا ہی عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ لکھنا سکھایا، انسان جو نہ جانتا تھا وہ بھی اس کو سکھایا

آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ آیتیں میرے دل پر لکھ گئی ہیں آپؐ نے فرمایا کہ: پھر میں نکلا اور جب پہاڑ کے وسط میں پہونچا تو آسمان سے یہ آواز سنی: اے محمد ص! تم اللہ کے رسول ہو، اور میں جبریل ہوں [1]

---

[1] ابن ہشام ۱/۲۵۲، ۲۵۳، الوفا ۱/۱۶۲، جوامع السیرۃ لابن حزم ص ۵، المحسن الاعظم للاستاذ وحید الدین ص ۲۶؛

AsliAhleSunnet.com

رسول اللہ ص کے لئے وحی کا یہ پہلا تجربہ تھا، جس کا گہرا اثر آپ ؐ کے ذہن و فکر پر پڑا۔ آپ ؐ کی وفا شعار بیوی خدیجہ بنت خویلد نے اس مرحلہ میں آپ ؐ کی تسلی اور اطمینان و سکون کے لئے بہت اہم کردار ادا کیا، سیرت کی کتابوں میں اس سلسلہ کی تفصیلات مذکور ہیں۔

○ ○ ○

بیدین اور مادہ پرست لوگ وحی کی اجمالی و تفصیلی ہر حیثیت کا انکار کرتے ہیں، ان کے خیال میں وحی ایک سفلی چیز ہے جو مخصوص نفسیاتی و روحانی تبدیل کی پابند ہے، اس کو مخصوص مشق کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

یہ لوگ عقلی کسوٹی کے چکر میں وحی کی "علوی حیثیت" کا انکار کرتے ہیں اور یہ نہیں مانتے کہ وحی کسی علوی قوت سے صادر ہو سکتی ہے۔

آدم، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی طرف جو وحی آئی اور اس کے ساتھ معجزہ کا ظہور ہوا ان سب واقعات سے وحی کو ثابت کرنے کے بجائے یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ مخصوص حالات و شرائط میں وحی کی حالات کو وجود میں لایا جا سکتا ہے۔

کمیونسٹ اور بیدین لوگ بالعموم وحی کو انسانی مرتبہ پر لانا چاہتے ہیں [1] کیونکہ ان کا ذہن انسان اور عقل کے ماسوا کسی اور چیز کو تسلیم نہیں کرتا ایسے لوگوں کے ساتھ بات کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ :-

میتافزیقی یا "ماوراء عقل" کے وجود پر بحث کی جائے، اگر اس چیز کے وجود

---

[1] ملاحظہ ہو بیروت کے کمیونسٹ مجلہ "مواقف" کے ابتدائی شمارے۔

AsliAhleSunnet.com

کو یہ لوگ تسلیم کرلیں اور یہ مان لیں کہ "غیب" موجود ہے، اور عقل دوسری انسانی قوتوں کی طرح اپنے عمل اور تاثیر کا ایک محدود دائرہ رکھتی ہے، تو پھر وحی کو مان لینا آسان ہو جائے گا، کیونکہ یہ غیبی بنیاد اصل میں زندگی پر مسلط ہے، انسان کے اقرار یا انکار کا اس پر کوئی اثر نہیں۔

چونکہ اس کتاب میں ہمارا مقصد وحی کے طویل موضوع کو معرض بحث میں لانے کا نہیں ہے، اس لئے رسول اکرم ص پر اترنے والی وحی سے متعلق درج ذیل حقائق کے اثبات پر اکتفاء کرتے ہیں:

اول:۔ وحی نازل ہونے کے وقت رسول اللہ ص کو سخت تکلیف اور رعب لاحق ہوتا تھا، چنانچہ آپؐ نے وحی کے بعد کانپتے ہوئے حضرت خدیجہ رضؓ سے کہا کہ:

لقد خشیت علی نفسی۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔

حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا:

انك لتصل الرحم وتقری الضیف وتکسب المعدوم، وان اللہ لا یخزیك أبدا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور محتاج کی مدد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپؐ کو رسوا نہیں کرسکتا۔

جب ورقہ بن نوفل کو وحی کے واقعہ کا علم ہوا تو انھوں نے رسول اللہ ص سے کہا:

والذی نفسی بیدہ لقد جاءك الناموس الأكبر الذی كان یأتی موسی، وانك لنبی هذہ الأمة، ولئن أنا أدركت ذلك الیوم بخدا آپ کے پاس وہی فرشتہ آیا ہے جو موسیٰ کے پاس آتا تھا، آپ اس امت کے نبی ہیں۔ میں اگر اس دن زندہ رہا تو

AsliAhleSunnet.com

لأنصرنّ اللّٰہ نصرًا یعلمہ ؎۱ آپ کی پوری مدد کروں گا ؛

اس توضیح کے بعد ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ محمد ص وحی آنے کے وقت اس کی حقیقت سے پوری طرح خالی الذہن تھے، آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ مستقبل میں کیا ہوگا، نہ کسی نفسیاتی یا فکری تبدیلی کے ذریعہ اس وقت کے لئے تمہید ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ: وحی کسی نفسیاتی یا فکری و طبعی تبدیلی کا نتیجہ ہے۔

دوم :۔ رسول اللہ ص کی اُمّیت (اَن پڑھ ہونا) کو ہر سلیم الطبع شخص تسلیم کرتا ہے، اور مختلف قرائن سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو چکی ہے اس بات کو ملحوظ رکھ کر جب یہ دیکھا جائے کہ قرآن میں بہت سے ایسے موضوعات و مسائل کا ذکر ہے جو گذشتہ، موجودہ یا آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کسی امی شخص سے ان کا صدور ممکن نہیں، تو پھر وحی پر یقین میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے

سوم :۔ رسول اکرم ص کی احادیث "سنت" کے نام سے معروف ہیں، ان احادیث اور قرآن کی آیات کے مابین تعبیر و بیان سے متعلق تمام گوشوں میں نمایاں فرق ہے، اور اسی وجہ سے قرآن معجزہ ہے، لیکن احادیث نبویہ کا یہ حال نہیں، ان میں بلاغت کا وصف کسی بھی انسانی کلام سے زیادہ ہے لیکن اعجاز کا وصف ثابت نہیں۔ سوال یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں یہ فرق کیسے پیدا ہوا؟ اس فرق کا سبب یہ ہے کہ قرآن کا مصدر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور حدیث تعبیر و بیان کی حد تک رسول اللہ ص سے صادر ہوئی ہے ؎۲

؎۱ ابن ہشام ۱/۲۸۴، طبقات ابن سعد ۱/۱۲۹، طبری ۲/۲۹۹۔

؎۲ اسلامی نقطۂ نظر سے وحی کو سمجھنے کے لئے ملاحظہ ہو: الظاہرۃ القرآنیہ للمرحوم مالک بن نبی، ترجمہ عبدالصبور شاہین ص ۱۶۳، ۱۹۹، ۲۰۹

AsliAhleSunnet.com

چہارم : جو کشف کسی فکری ونفسیاتی تبدیلی سے پیدا ہو یا کسی جن کے ذریعہ حاصل کیا جائے اس کے نتیجہ میں وہ یقین نہیں پیدا ہو سکتا جس کی مثال رسول اللہ ص کے یہاں موجود ہے ، آپؐ کے اس یقین میں تیئیس سال کی مدت میں کسی طرح کا کوئی تزلزل پیدا نہیں ہوا ۔

اس کشف سے توازن ، قول وفعل کی ہم آہنگی اور وہ بلند اخلاق بھی پیدا نہیں ہوسکتی جس کی مثال رسول اللہ ص کے یہاں موجود ہے ، آپؐ کے اخلاق قرآن کی تعلیمات کا سراپا تھے ۔

یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر آپؐ کے اندر کذب وتصنع کا ذرہ برابر بھی شائبہ ہوتا تو اس طویل مدت میں آپ کی اخلاقی ومعاملاتی حالت میں کوئی نہ کوئی فرق ضرور پیدا ہوتا ۔

پنجم : بعض افترا پرداز نصرانیوں کا خیال ہے کہ محمد (ص) نے یکبارگی قرآن تصنیف کر لیا تھا ، پھر موقع بہ موقع لوگوں کے سامنے تھوڑا تھوڑا پیش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وحی کے ذریعہ نازل ہوا ہے ۔

اس دعویٰ کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ محمد ص عالم الغیب تھے ، اور آئندہ پیش آنے والے تمام واقعات کے مطابق انھوں نے قرآن تالیف کیا ، مختلف سورتوں میں غزوات اور دیگر واقعات کا ذکر کیا اور دعوت کے ان مراحل کی جانب اشارہ کیا جو بعد میں پیش آئے ۔

نصرانیوں نے جس طرح عیسیٰ ع کو عبودیت کے مقام سے ہٹا کر الوہیت کا مقام دینا چاہا اس طرح وہ رسول اللہ ص کے بارے میں بھی غیب کے علم کو ثابت کر کے عبودیت کے مقام سے ہٹانا چاہتے ہیں ، لیکن قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ص سے فرما دیا ہے کہ :

AsliAhleSunnet.com

قل لا أملك لنفسی نفعا و لا ضرا الا ما شاء اللہ ، ولو کنت أعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ، ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون ۔ (الاعراف : ۱۸۸)	اے رسول تو کہدے میں تو اپنے نفس کیلئے بھی نفع اور ضرر کا اختیار نہیں رکھتا ہاں جو خدا چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سا بھلا کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی ، میں تو صرف ڈرانے والا اور ایمانداروں کو خوش خبری سنانے والا ہوں ؛

رسول اللہ ص کو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں کے سوا کوئی غیبی تاریخ نہیں معلوم تھی ، اس لئے کسی ایسے قرآن کا تالیف کرنا جس میں دعوت اور اس سے متعلق آئندہ کے واقعات و موضوعات کا ذکر ہو ، آپ کے دائرۂ اختیار سے یقیناً باہر تھا ۔

○ ○ ○

قرآن بذات خود نبوت محمد ص کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے ، جس طرح وہ اپنی صداقت کو ثابت کرتا ہے اسی طرح نبوتِ محمد ص کی دلیل بھی رکھتا ہے ۔

قرآن تیئیس ۲۳ سال کی مدت میں نازل ہوا ، اور اس پوری مدت میں پیش آنے والے مسائل زندگی کا حل پیش کیا ، یہ مدت اپنے دامن میں جو واقعات و تغیرات سمیٹے ہوئے ہے ان پر نظر ڈالنے سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ ہر دور میں انسانیت کی رہنمائی ممکن ہے ۔

متفرق طور پر قرآن کے نزول سے انسانیت کو جو مذکورہ فائدہ حاصل ہوا ہے اس سے بھی قرآن کا اعجاز ثابت ہوتا ہے ؛

AsliAhleSunnet.com

"اگر قرآن یکبارگی نازل ہوا ہوتا تو بہت جلد اسے ایک بجھے ہوئے مقدس کلام، ایک مردہ نظریہ اور ایک دینی وثیقہ کی حیثیت حاصل ہوجاتی، پھر اس سے نئی تہذیب میں جان پڑنے کا تصور نہیں ہوتا۔ اصل میں تاریخی، سماجی اور روحانی حرکت کا راز اسی تنجیم (متفرق اوقات میں نزول) میں پوشیدہ ہے"۔[۱]

ایک متعین مدت میں پھیلا کر قرآن کو نازل کیا گیا، لیکن پھر بھی اس میں تشریعی، تاریخی اور فنی وحدت نمایاں ہے، اور یہ بھی قرآن کا ایک معجزہ ہے۔ قرآن پر نظر ڈالئے تو محسوس ہوگا کہ زمانہ کے تغیر و تموج سے بالا ایک ایسا منظم کلام ہے جسے ابھی ابھی پیش کیا گیا ہے۔

یہی قرآن کریم وحی اور نبوت محمدی کی سب سے نمایاں اور مضبوط دلیل ہے، رسول اللہ ص کی صداقت و پاکیزگی کی ایک دلیل آپ ص کی تاریخ ہے، یعنی آپ ص کی زندگی اور وہ ایام جنھیں آپ ص نے اپنے دوست و دشمن کے مابین بسر کیا۔ آپ پر دشمنوں کے بہت سے الزامات تھے، لیکن کسی نے آپ ص کی صداقت پر شبہ نہیں کیا، صداقت گویا آپ ص کا طرۂ امتیاز تھی۔ صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر جب آپ ص نے ایک ایک قبیلہ کا نام لیا اور سب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ:

أرأیتم لو اخبرتکم ان خیلاً بالوادی ترید أن تغیر علیکم أکنتم مصدقی؟

بتاؤ، اگر میں کہوں کہ وادی میں ایک فوج ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتی ہے تو کیا تم اس کی تصدیق کروگے؟

انھوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم تصدیق کریں گے، کیونکہ اب تک آپ ص نے

---

[۱] مالک بن نبی: الظاہرۃ القرآنیہ ص ۲۲

AsliAhleSunnet.com

کبھی جھوٹ نہیں کہا۔

آپ ؐ نے فرمایا :

فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید [1] تو میں تمھیں سخت عذاب سے ڈرا رہا ہوں :

آپ ؐ کے دشمنوں نے ایسے مواقع پر بھی آپ ؐ کی صداقت و امانت کا اعتراف کیا جبکہ انھیں اس سے نقصان پہونچا۔

ابوجہل نے آپ ؐ کو مخاطب کر کے کہا : ہم آپ ؐ کو نہیں جھٹلاتے، لیکن جو دعوت لے کر آپ ؐ آئے ہیں اس کو جھٹلاتے ہیں۔ اسی طرح ابوسفیان نے ہرقل کے سامنے یہ شہادت دی تھی کہ آپ ؐ نے کبھی کچھ جھوٹ نہیں کہا۔

وحی نازل ہونے کے بعد رسول اکرم ص نے اپنے مقرب اصحاب کو اسلام کی دعوت دی، یہ دعوت کا خفیہ مرحلہ تھا، اس مرحلہ میں آپ ؐ کا ساتھ دینے والے وہ لوگ تھے جنھیں آپ ؐ کی سچائی اور اخلاقی بلندی کا پورا تجربہ تھا۔

دنیا میں انسان سے سب سے زیادہ قریب اس کی بیوی ہوتی ہے، بیوی کو شوہر کے وہ اسرار بھی معلوم ہوتے ہیں جنھیں دوسرے نہیں جانتے۔ رسول اللہ (ص) سے امہات المؤمنین کو جو محبت تھی دنیا میں کسی اور شخص کو حاصل نہیں ہوئی۔ اگر آپ ؐ کی دعوت میں ذرا بھی جھول یا نقص ہوتا تو آپ ؐ کی بیویوں (امہات المومنین) کو ضرور اس کا علم ہو جاتا۔

صحابہ میں حضرت انس رض آپ ؐ کے خادم خاص تھے، تمام صحابہ کے بعد ۹۳ھ میں ان کی وفات ہوئی، رسول اللہ ص کے بعد ستر سال سے زیادہ یہ

---

[1] بخاری، مسلم، ترمذی۔

AsliAhleSunnet.com

زندہ رہے۔ لیکن اس طویل مدت میں رسول اللہ ص سے متعلق ان کی رائے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، بلکہ محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب کہیں ان کے سامنے رسول اللہ ص کا نام آتا تو رونے لگتے، انھوں نے رسول اکرم ص کے بارے میں جو بیانات دیئے ہیں دنیا میں کسی اور خادم نے اپنے مخدوم کے بارے میں نہیں دیئے۔

خالص سماجی معیار سے غور کیجیئے کہ کس طرح رسول اللہ ص کی عظمت نمایاں ہوئی؟ سماجی معیار سے انسان کی عظمت واصلیت کا اظہار اس مثبت اخلاقی تاثیر سے ہوتا ہے جو معاشرہ میں وہ چھوڑتا ہے، اس کی ذات سے معاشرہ کی اخلاقی، نفسیاتی اور فکری رفتار پر جو عکس پڑتا ہے اس کے ذریعہ بھی اس تاثیر کا اندازہ ہوسکتا ہے، اور اسی لحاظ سے اس کی عظمت واصلیت کی مقدار کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس مسئلہ پر ایک اور پہلو سے غور کیجیئے، معمولی عقل بھی یہ ضرور تسلیم کرے گی کہ جس مدرسہ سے اخلاق وکردار اور صلاحیت واستعداد سے مالامال شاگردوں کی ایک عظیم جماعت تیار ہوئی ہو وہ یقیناً ایک مثالی مدرسہ ہوگا۔

شاگردوں کے معیار اور ان کی فکری وعملی حیثیت سے یقیناً ان کے معلم اور ان کے مدرسہ کا معیار واضح ہوگا۔ اس چیز کو سماجی نقطۂ نظر اور عقلی منطق دونوں تسلیم کرتے ہیں۔

ہم اس مقام پر سماجی وعقلی معیار کا نام اس لئے لیتے ہیں کہ اس سے رسول اللہ ص کی عظمت وصداقت کو سمجھنے میں آسانی ہو، کیونکہ کسی چیز کو سمجھنے کے لئے یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

○ ○ ○

AsliAhleSunnet.com

رسول اللہ ص کے ساتھ جو جماعت تھی اس کے انسانی معیار اور آپؐ کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت دیکھیے تو اول دہلہ میں ایسے چند حقائق سامنے آتے ہیں جنھیں تاریخ نے صرف یہیں محفوظ کیا ہے اور وہ صرف آپؐ کی سیرت میں اس طرح نکمل ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا معجزہ نظر آتے ہیں۔

○ رسول اکرم ص نے ہمیشہ صحابہ پر سچا اور ٹھوس حکم لگایا، اور صحابہ نے آپؐ کے ساتھ جس محبت اور اعتماد کا اظہار کیا اس کی نظیر تاریخ میں موجود نہیں۔

○ اس محبت اور اعتماد میں نہ تو آپؐ کی زندگی میں کوئی فرق آیا نہ موت کے بعد۔ یہ رشتہ سیاست و مصلحت کے جھٹکوں سے برتر تھا صحابہ نے ہمیشہ آپؐ کو اپنا امام اور اسوۂ اعلیٰ سمجھا، اختلاف کے موقع پر آپؐ کا فرمان تلاش کرتے اور ہر معاملہ میں اسی کو فیصلہ کن سمجھتے۔

ان اصحاب کو اگر دیکھا جائے تو چوٹی کے لوگ تھے، لیکن رسول اکرم ص کی عظمت کے سامنے کچھ نہیں معلوم ہوتے تھے، ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی پہلو سے عظیم تھا، لیکن جس کے تمام پہلو عظیم تھے وہ رسول اکرم ص کی ذات تھی صداقت، امانت، سخاوت، مروت، وفاداری اور اس طرح کے دوسرے بلند و بالا اوصاف و محاسن آپؐ کا سراپا بن گئے تھے، اسی وجہ سے آپؐ کی ذات بابرکات کو انسانی تہذیب و تاریخ میں سب سے برتر مقام حاصل ہے، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

○ ○ ○

رسول اللہ ص کی حیات مبارکہ کا اگر جائزہ لیا جائے تو ایک اور زاویہ سے

AsliAhleSunnet.com

آپ ﷺ کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔

تاریخ کے مختلف ادوار میں سماج کے معیار اور اس کی اقدار میں تبدیلی کے ضمن میں لوگوں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ کسی نمایاں مقام یا اقتصادی سماجی، سیاسی اور فکری زندگی کا اعلیٰ معیار حاصل کرنے کے لئے عمر کے ابتدائی مرحلہ میں کوشش کرتے ہیں، اور جب اپنا مقصود حاصل کر لیتے ہیں تو ان کی زندگی بدل جاتی ہے، اور معاشرہ اس تبدیلی کو ناپسند نہیں کرتا بلکہ اسے کوشش کرنے والے کا فطری حق اور اس کی جدوجہد کا ثمرہ تصور کرتا ہے۔

ایک سیاسی لیڈر، بڑا عالم یا یونیورسٹی کا ذمہ دار اپنے منصب پر پہونچنے کے بعد جس گھر میں رہتا ہے، جو لباس پہنتا ہے، جس موٹر میں بیٹھتا ہے اور جو کھانا کھاتا ہے وہ یقیناً اس کی پہلی زندگی سے مختلف ہوتا ہے، اور معاشرہ اس کے اس رویہ کو ناپسند کرنے کے بجائے اسے اس کا حق اور پچھلی جدوجہد کا ثمرہ قرار دیتا ہے۔

لیکن تاریخ میں کوئی ایسا باعظمت انسان نظر نہیں آتا جس کی زندگی میں وہ توازن و یکسانیت ہو جو رسول اکرم ص کے یہاں موجود ہے، آپ ﷺ کی مبارک زندگی اس پرسکون دریا کی مانند ہے جس کی روانی میں دولت کی تیز ہواؤں، غربت کے سخت جھونکوں، ظلم و اضطراب کی آزمائشوں اور فتح و کامیابی کی مسرتوں سے کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوتی۔

آپ ﷺ کی انفرادی یا اجتماعی زندگی کے معیار میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی، بلکہ اقتصادی زندگی میں آپ ﷺ ہمیشہ کمتر اور معمولی معیار پر راضی رہے اور مسکنت کی زندگی اور مسکنت کی موت کو پسند کیا۔

آپ ﷺ کا بستر ایک معمولی چٹائی سے عبارت تھا، جس سے آپ ﷺ کے جسم پر

AsliAhleSunnet.com

نشانات پڑ جاتے تھے، ہجرت اور فتح مکہ سے پہلے اور بعد دونوں ادوار میں آپؐ اسی پر سوتے رہے۔

- دونوں ادوار میں آپؐ کے کھانے پینے اور لباس میں بھی کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی۔

خانگی زندگی میں جو انتظام آپؐ نے پسند فرمایا اس میں بھی کوئی ردوبدل نہیں ہوا۔

○ ○ ○

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ: جدوجہد سے بھرپور زندگی کی منزلیں آپؐ کس لئے طے فرما رہے تھے؟

آپؐ کی نظر میں اس زندگی کا کوئی اپنا اقتصادی یا سماجی مقصد نہ تھا، نہ ہی دنیا کی کوئی غرض آپؐ کے سامنے تھی، بلکہ آپؐ کے پیش نظر وحی الٰہی کے مطابق دعوت و تبلیغ کا وہ عظیم مقصد تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مبعوث فرمایا تھا، اسی لئے حج وداع کے موقع پر آپؐ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ الا ھل بلغت؟ کیا میں نے خدا کا پیغام پہونچا دیا؟ سب نے جواب دیا کہ: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ: اللہ تو گواہ رہ۔ اور اسطرح دین کی تبلیغ کے بعد لوگوں کو گواہ بنا کر دنیا سے کچھ لئے بغیر آپؐ رخصت ہو گئے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

○

AsliAhleSunnet.com

رسولِ اکرم ؐ

اور

تعمیرِ فرد

AsliAhleSunnet.com

رسول ص اور تعمیر فرد :

- حرار کے غار میں ، قریش کی جاہلانہ زندگی سے دور ، مکہ کے شور و شغب سے پرے ، روحانی سکون و اطمینان کی حالت میں آپؐ کے پاس وحی آئی ، آپؐ نے سابقہ انبیار کی طرح اسے قبول فرمایا ، سب سے پہلے قرآن کی یہ آیتیں نازل ہوئیں :

اقرأ باسم ربك الذی خلق ، خلق الانسان من علق ، اقرأ وربك الاکرم ، الذی علم بالقلم ، علم الانسان مالم یعلم ۔

اے رسول تو اپنے رب کا نام پڑھا کر ، جس نے سب کچھ بنایا ہے ، انسان کو خدا نے بستہ خون سے پیدا کیا ، اپنے رب کا نام پڑھا کر ؟ تیرا پروردگار بڑی عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا ، انسان جو نہ جانتا تھا اسے سکھایا ۔

اقرا کی یہ آواز پوری اسلامی دعوت کی ابتدار تھی ۔ یہ دعوت تین ادوار سے گذری :

تعمیر فرد ، تعمیر حکومت اور تعمیر تہذیب ۔

اور اسی آواز سے ایک جدید انسانی تہذیب کی ابتدار ہوئی جس کا شعار تھا :

اقرأ باسم ربك — پڑھو اپنے رب کے نام سے ۔

اسی آواز سے تعمیر فرد کا مرحلہ شروع ہوا ، رسول اللہ ص اس پیغام کے اولین مخاطب تھے ، آپؐ نے اپنی قیادت و رہنمائی میں جن افراد کو تیار کیا انھوں نے دعوت کو پہونچایا اور رسول ص کی تعلیم کے مطابق حکومت اور تہذیب کی بنا ڈالی ۔

AsliAhleSunnet.com

رسول اللہ صؐ پر وحی کا سلسلہ جاری رہا!

انا سنلقی علیك قولا ثقیلا ۔ ہم (خدا) تجھ پر بہت بھاری حکم (تبلیغ) بھیجیں گے

تین سال تک آپؐ پوشیدہ طور پر لوگوں کو دین کی دعوت دیتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اپنے قریبی لوگوں کو کھلے طور پر اسلام کی دعوت دیجئے:

وانذر عشیرتك الاقربین ۔ اور اپنے قریبی کنبہ والوں کو سمجھایا کرو۔

دس سال تک آپؐ علانیہ طور پر دعوت دیتے رہے اور اس راہ میں ایسی ایسی مشقتیں اور تکلیفیں اٹھائیں جن کو سن کر انسان کانپ اٹھتا ہے۔ دعوت کے دوران آپؐ کو یہ اندازہ ہوا کہ انسانوں کی نجات کے لئے ارضی اسباب کے ساتھ ساتھ خالق کائنات کی توفیق ضروری ہے:

انك لا تھدی من احببت، ولکن اللہ یھدی من یشاء ۔ تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

اس لئے طائف سے واپسی کے بعد کانپتے ہوئے ہونٹوں اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ آپؐ نے یہ دعا کی:۔

اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین، انت رب المستضعفین، وانت ربی، الی من تکلنی، الی بعید یتجھم لی، ام الی عدو ملکتہ امری، ان لم یکن بك غضب علی فلا ابالی ۔ اے اللہ، میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری اور کم حیثیتی و بے سروسامانی کی بات کہتا ہوں، اے ارحم الراحمین تو کمزوروں کا اور میرا بھی پروردگار ہے، مجھے تو کس کے حوالہ کرے گا، دور والے کے جو بدخلقی سے پیش آئے یا دشمن کے جسے تو نے میرے معاملہ کا مالک بنایا ہے؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے پھر کوئی پرواہ نہیں۔

AsliAhleSunnet.com

اس دعا کے بعد دعوت کا ایک نیا آسمانی رخ ظاہر ہوا اور معراج کا واقعہ پیش آیا۔

○ ○ ○

خفیہ دعوت کے تین سالہ مرحلہ میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد پچاس سے زیادہ نہ تھی، ان میں رسول اللہ ص کے خاندان کے لوگ نمایاں تھے، آپؐ کی بیوی حضرت خدیجہ، آپؐ کے خادم حضرت زید بن حارثہ اور چچازاد بھائی ورفیق حضرت علی، رضی اللہ عنہم۔ اوران حضرات کے اسلام قبول کرنے سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ص کی چالیس سالہ زندگی ایک برتر وپاکیزہ زندگی تھی، اس لئے کہ انسان اپنے خاندان اور معرفت کے لوگوں سے جھوٹ بولنے کے لئے سب سے اخیر میں آمادہ ہوتا ہے۔

بڑے بڑے عظمت ومرتبہ والے لوگ اپنے گھر کے اندر ایک عام انسان کی طرح نظر آتے ہیں، والٹر کا مشہور قول سچ ہے کہ: آدمی اپنے گھر میں بڑا اور خاندان میں ہیرو نہیں ہوتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی عظمت کا اعتراف اس سے قریب رہنے والے نہیں کرتے، کیونکہ وہ اس کے ایسے پوشیدہ اخلاق ومعاملات سے واقف ہوتے ہیں جنھیں عظمت کا منافی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ حکم رسول اکرم ص پر صادق نہیں آتا، (باسورت اسمتھ) کا قول ہے کہ: بڑے لوگوں کے سربستہ معاملات سے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ کم ازکم پیغمبر اسلام محمد (ص) پر صادق نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] الرسالۃ المحمدیہ ص ١٠٦

AsliAhleSunnet.com

وحی کی ابتداء کے بعد تسلی دیتے ہوئے حضرت خدیجہ رضؓ نے یہ جملہ آپؐ سے کہا تھا :-

انک لتصل الرحم وتکسب المعدوم — آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، فقیر و محتاج کی مدد کرتے
وتحمل الکل وتقری الضیف — ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔

یہ اس خاتون کی عظیم شہادت ہے جو عمر میں اپنے شوہر سے پندرہ سال بڑی تھیں، اور آپؐ سے پہلے دو اشخاص کے عقد میں رہ چکی تھیں، جبکہ شوہر نے اس سے پہلے کوئی شادی نہیں کی تھی اور وہ یہ شہادت شادی کے پندرہ سال بعد دے رہی ہیں، جبکہ میاں بیوی ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ اور پرکھ چکے تھے۔

آپؐ کے خادم زید بن حارثہ کے متعلق معروف ہے کہ انھوں نے آپؐ کے ساتھ غلام بن کر رہنے کو اپنے باپ کے ساتھ آزاد بن کر رہنے پر ترجیح دی، جاہلیت میں بھی انھوں نے آپؐ کا خادم و رفیق بننا پسند کیا لیکن باپ کے گھر میں آزاد اور مالک بننا پسند نہ کیا۔

اولین مسلمانوں میں ان ناموں پر غور کیجئے : ابوبکر، آپؐ کے سب سے قریبی جاں نثار اور آزاد و بالغ اشخاص میں پہلے مسلمان، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر، طلحہ، ابوعبیدہ، الارقم بن ابی الارقم جن کا گھر دعوت کے خفیہ مرحلہ میں پناہ گاہ تھا، عثمان بن مظعون، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، فاطمہ بنت الخطاب، اسماء بنت ابی بکر، عائشہ، خباب بن الارت عامر بن فہیرۃ، خالد بن سعید اور ان کی بیوی امینہ، عمار بن یاسر، صہیب، عمیر اور ابن مسعود۔

یہ سب لوگ دعوت کے ابتدائی زمانہ میں مسلمان ہوئے، ان میں سے ہر ایک مختلف قبیلہ، طبقہ اور وطن کی نمائندگی کرتا تھا، ان میں مالدار بھی تھے اور فقیر بھی، ہاشمی بھی تھے اور اموی بھی، عربی بھی اور عجمی بھی، مرد بھی اور عورت بھی۔

AsliAhleSunnet.com

ان منتخب اور فخر روزگار افراد کو اسلام کے علاوہ کسی بھی اجتماعی یا اقتصادی فریم کے اندر رکھنے کے لئے بعض سادہ لوح افراد کی کوشش تاریخ کی کھلی حقیقتوں پر ظلم ہے۔

اور یہ تصور بھی ظلم ہے کہ عقیدہ کی حقانیت کے علاوہ کسی دوسرے مقصد یا زندگی کی ذمہ داریوں سے بھاگتے ہوئے انھوں نے اسلام قبول کیا تھا، یہ تھوڑے سے لوگ اسلام کے بعد پوری دنیا کے چیلنج کا مقابلہ کر رہے تھے، ان میں سے ہر ایک کو یہ خطرہ تھا کہ اگر اس کے اسلام کا حال معلوم ہو گیا تو پھر خیر نہیں۔

حق پران کا ایمان حق کے لئے تھا، اور اس ایمان کی خاطر انھیں اپنے مال، سماجی مرتبہ، تجارت اور جان ہر چیز کی قربانی دینی پڑی تھی۔

○ ○ ○

دعوت کا چوتھا سال شروع ہوا تو اللہ کے ان بندوں کو اپنے ایمان وعقیدہ کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑی۔

اس سے پہلے یہ لوگ رسول اکرم ص کے زیر سایہ ارقم کے گھر میں روحانیت وعبادت سے معطر فضا میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

لیکن اب اس عطر میں خون کی آمیزش ہو چکی تھی، انھیں کعبہ میں یا کسی انسان کے گھر میں یا کہیں باہر امان نہیں تھی، سہارا صرف اللہ کا تھا۔ انھیں جو تکلیفیں پہونچائی جاتی تھیں ان کا بڑے بڑے ظالموں کی تاریخ میں بھی ذکر نہیں۔

مومنوں کی اس جماعت میں ایمانی عقیدہ نے آزاد کو غلام کے ساتھ اور آقا کو خادم کے ساتھ جوڑ دیا تھا، حضرت ابوبکر نے جب حضرت بلال کو دیکھا کہ سخت ایذا کی حالت میں بھی "احد، احد" پکار رہے ہیں تو انھیں آزاد کرا لیا۔ اسی

AsliAhleSunnet.com

طرح اسلام ہی کے لئے انھوں نے درج ذیل چھ اشخاص کو بھی آزاد کرایا : عامر بن فہیرۃ ، ام عبیس ، زفیرۃ ، نہدیۃ ، ان کی لڑکی اور جاریۃ بنی مؤمل [۱]

قبیلہ بنی مخزوم کے لوگ حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والدین کو تپتی ہوئی دھوپ میں باہر نکال کر تکلیف پہونچاتے تھے ، رسول اکرم (ص) کا ادھر سے گذر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ :

صبرا آل یاسر، موعدکم الجنۃ یاسر کے گھر والو! صبر کرو، جنت تمھاری منتظر ہے۔

ابوجہل کسی شخص کے اسلام کی خبر سنتا تو بے حد سخت سست کہتا اور دھمکی دیتا ۔ :

"اپنے باپ کے بہتر دین کو چھوڑ دیا ، ہم تیرے عقل و ہوش کو ٹھکانے لگا دیں گے ، تیری عزت کو خاک میں ملا دیں گے ، تجارت کو ختم کر دیں گے اور دولت کو برباد کر دیں گے [۲]

اس دور میں ظلم و جور کی ایسی گرم بازاری تھی کہ مکہ کا صحرا ، سائبیریا کا میدان یا ابوزعبل کا قید خانہ معلوم ہوتا تھا جہاں سے مظلوموں کی آہ و بکا ، عورتوں کی چیخ و پکار اور کوڑوں کی پھٹکار کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں آتی تھی ۔

○ ○ ○

رسول اکرم ص ان مظلوموں کے ساتھ تھے ، آپؐ انھیں اطمینان دلاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اٹل ہے ، اور اپنے باستطاعت صحابہ کو عاجزوں کی مدد کی تلقین فرماتے تھے ، اور پر امن مقامات کی جانب ہجرت کا حکم فرماتے تھے ۔

---

[۱] ابن ہشام ۱ ر ۳۴۰ [۲] ابن ہشام ۱ ر ۳۴۲

AsliAhleSunnet.com

لو خرجتم الى أرض الحبشة فان بها ملكا لا يظلم عنده أحد، وهي أرض صدق حتى يجعل الله لكم فرجا مما أنتم فيه۔	اگر تم حبشہ چلے جاؤ تو بہتر ہوگا، وہاں کے بادشاہ کے پاس کسی پر ظلم نہیں ہوتا وہ سچوں کی جگہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ تمہاری مشکلات کا کوئی حل پیدا فرمائے گا۔

جو لوگ وہاں ہجرت کرکے گئے انھیں امن وسکون حاصل ہوا اور آزادی کے ساتھ دین کے احکام پر عمل کا موقع ملا، ان مہاجرین میں عبداللہ بن حارث شاعر تھے، انھوں نے وہاں کے حالات کا یوں ذکر کیا ہے:

یا راکبا بلغن عنی مغلغلة　　من کان یرجو بلاغ الله والدین

ہماری طرف سے اللہ سے امید باندھنے والے مسلمانوں کو یہ پیغام پہونچا دو

کل امرئ من عباد الله مضطهد　　ببطن مکة مقهور ومفتون

اور مکہ میں اللہ کے ہر مظلوم و مقہور بندہ کو بھی بتادو کہ

انا وجدنا بلاد الله واسعة　　تنجی من الذل والمخزاة والهون

ہم نے اللہ کی سرزمین کو وسیع پایا، یہاں ظلم اور رسوائی وذلت کا نام نہیں

مسلمانوں کی حبشہ ہجرت کا مطلب یہ تھا کہ ایمان وعقیدہ کے مقابلہ میں زمین اور محدود وطن پرستی کی کوئی حقیقت نہیں۔

یہ ہجرت، عقیدہ کا ایک سفر تھا، جس طرح اللہ پر ایمان لانے والے بندے وہ "اصحاب کہف،، نے گھر چھوڑا تھا۔

اس واقعہ سے دلوں میں پیوست جذبۂ محبت و وفاداری کا بھی امتحان مقصود تھا، تاکہ اسلام کا مرتبہ سب سے اوپر ہو، اور دوسرے تعلقات و رجحانات کو اگر کوئی درجہ دیا جائے تو اسلام کے بعد کا درجہ دیا جائے۔

AsliAhleSunnet.com

یہ کہا جا سکتا ہے کہ حبشہ کی ہجرت اپنے مقصد میں کامیاب رہی، اور مسلمانوں کو گوں ناگوں عذاب اور فکری، نفسیاتی اور جسمانی تکلیفوں سے نجات ملی، ورنہ ممکن تھا کہ حکومت وتہذیب کی تعمیر کا مرحلہ شروع ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں کے قویٰ شل ہو جاتے اور وہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہ کر پاتے۔

قریش نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو قیمتی تحفے دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنانے کے لئے پھر واپس لے آئیں، لیکن یہ دونوں قاصد اپنے سفر سے ناکام واپس آئے اور نجاشی نے ان مسلمانوں کی حمایت کا ذمہ لے لیا۔

نجاشی منصف اور ہوش مند بادشاہ تھا، اس نے رشوت اور تحفوں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا اور کسی طرح کا فیصلہ کرنے سے پہلے مسلمانوں کا نقطۂ نظر بھی معلوم کرنا ضروری سمجھا، لیکن قریش کے قاصدوں کو کسی طرح یہ گوارا نہ تھا کہ نجاشی مسلمانوں کا بیان سنے۔ [1]

اور باطل کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ وہ انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ فریق مقابل کی بات سننا پسند نہیں کرتا، کیونکہ اسے اپنی دلیل کی کمزوری کا علم ہوتا ہے۔

نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب نے بتایا کہ جاہلیت میں ہمارا کیا حال تھا، اور رسول اکرم ص نے ہمیں کس دین کی دعوت دی۔ انھوں نے سچائی کے ساتھ پورا معاملہ پیش کر دیا اور کسی طرح کی مبالغہ آرائی یا تخیل پسندی سے کام نہیں لیا، اور اس موقع پر وہ درج ذیل اسباب کی بنا پر

---

[1] ابن ہشام ۱؍۳۵۸

AsliAhleSunnet.com

ایسا کر بھی نہیں سکتے تھے : ؎۱

۱۔ حضرت جعفر یا مہاجر مسلمان دینی تعلیم کی رو سے خلاف واقعہ بیان دینے کے مجاز نہ تھے۔

۲۔ نجاشی کے سامنے ان کی گفتگو اصل میں ایک آزمائش تھی، قریش کے قاصد تاک میں بیٹھے تھے کہ کوئی موقع ملے اور مسلمانوں کو بدنام کریں۔

۳۔ بادشاہ اور اس کے حاشیہ نشینوں کی موجودگی میں ایک ایک لفظ پر محاسبہ کا امکان تھا۔

۴۔ مشکل ہے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت کسی غیر حقیقی امر پر اتفاق کرلے، بلکہ ایسا سوچنا بھی مشکل ہے کیونکہ ایسا کرنے والے شخص کو یہ اندیشہ ہوگا کہ خود کوئی مسلمان ہی اس کی غلط بیانی کی تصحیح کردے اور پھر اس کا وقار ختم ہو جائے

۵۔ حسن اتفاق سے ابن اسحاق نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں وہ مختصر گفتگو مذکور ہے جو نجاشی کے پاس جانے سے پہلے مسلمانوں کے مابین ہوئی، ابن اسحاق لکھتے ہیں :۔

فلما جاءھم رسوله (النجاشی) اجتمعوا، ثم قال بعضھم لبعض : ما تقولون للرجل اذا جئتموه ؟ قالوا نقول واللّٰه ما علمنا وما أمرنا به نبینا صلے اللّٰه علیه وسلم کائنا فی ذلك ما ھو کائن ؎۲

(جب نجاشی کا قاصد مسلمانوں کے پاس آیا تو انھوں نے آپس میں بات کی

؎۱ اس توضیح سے اس خیال کی تردید مقصود ہے جسے ڈاکٹر علی جبیبہ نے اپنی کتاب "عصر الرسالہ ص ۴۴ میں ذکر کیا ہے ؎۲ ابن ہشام ۱/ ۳۵۹

AsliAhleSunnet.com

کہ اس کے پاس چل کر کیا کہا جائے گا ؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ : ہم وہی کچھ کہیں گے جس کی نبی صؐ نے ہم کو تعلیم دی ہے اور جس کا حکم دیا ہے ، خواہ کچھ بھی ہو۔

ملاقات کے خاتمہ پر سورۂ مریم کا کچھ حصہ سننے کے بعد نجاشی نے کہا :

یہ کلام اور حضرت عیسیٰ کا لایا ہوا کلام ایک ہی سرچشمہ سے نکلے ہیں [۱]

پھر نجاشی نے قریش کے دونوں قاصدوں سے کہا کہ : تم واپس چلے جاؤ۔ بخدا میں مسلمانوں کو ہرگز تمھارے حوالہ نہیں کروں گا۔

○ ○ ○

مشرکین نے اسلام کی مخالفت میں خطرناک منصوبہ کے مطابق ہر کوشش کی ، اور مادی و مذہبی تجربہ کے مطابق ہر وہ راہ اختیار کی جو ان کے لئے مناسب نظر آئی۔ اسلام کے مقابلہ کے لئے ان وسائل کی حیثیت جو بھی ہو لیکن ہم یہ ضرور کہیں گے کہ باطل نے ہر دور میں حق کے مقابلہ کیلئے یہی اسلوب اختیار کیا ہے۔

ان وسائل میں اقتصادی و سماجی لالچ کے ساتھ ساتھ رسم و رواج کے ان گھسے پٹے خطوط کا سہارا بھی ہے جن کے ذریعہ نگاہوں کو حق کے مشاہدہ سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے ، اور اگر حق غالب ہوتا ہوا نظر آئے تو پھر ایذا رسانی کا سہارا لیا جاتا ہے۔

ذیل میں ان وسائل کا ذکر مختصر کیا جاتا جنھیں مکہ میں تعمیر فرد کے مرحلہ

---

[۱] یہ اس دور کا تصور ہے جب نصاریٰ حق کے متلاشی تھے اور سامراجی تبلیغ کرنے والی ٹولیاں سامنے نہیں آئی تھیں۔

AsliAhleSunnet.com

میں مشرکین نے اسلام کے خلاف اختیار کیا تھا:

○ پہلا وسیلہ:

رسول اکرم ص اور آپؐ کے چچا ابو طالب کے مابین فضا خراب کر کے آپؐ سے ان کی حمایت ختم کرادی جائے۔ مشرکین نے اس سلسلہ میں تین اقدامات کیئے، لیکن سب ناکام رہے بلکہ ان کی توقع کے برعکس نتائج ظاہر ہوئے۔

قریش کی طرف سے درج ذیل افراد پر مشتمل ایک وفد ابو طالب کے پاس گیا: عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ، ابو سفیان، ابو البختری بن ہشام، اسود بن عبد المطلب، ابو جہل، ولید بن مغیرہ، نبیہ اور منبہ بن الحجاج اور عاص بن وائل۔

انھوں نے ابو طالب سے کہا کہ: آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے دین و دانش اور آباء و اجداد کا مذاق اڑاتا ہے۔ لہذا آپ اسے روکیے یا درمیان سے ہٹ جائیے۔

ابو طالب نے یہ سن کر خوبصورتی سے ان کو ٹال دیا اور رسول اللہ ص سے اس سلسلہ میں کوئی بات نہ کی۔

دوسری بار یہ لوگ پھر ابو طالب کے پاس گئے اور کھلے طور پر دھمکی دیتے ہوئے کہا: آپ ہم میں بڑے اور عزت و مرتبہ والے ہیں، ہم نے آپ سے کہا تھا کہ بھتیجے کو روکئے، لیکن آپ نے نہیں روکا، اب ہم اپنے معبودوں کی توہین اور آباء و اجداد کی تذلیل برداشت نہیں کر سکتے، آپ یا تو اپنے بھتیجے کو روکئے یا مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیے۔

یہ گفتگو سن کر ابو طالب نے رسول اللہ ص سے بات کی، آپ کو چچا کی

AsliAhleSunnet.com

گفتگو سے یہ اندازہ ہوا کہ وہ سست پڑ رہے ہیں، اس وقت میں آپؐ نے اپنے عزم و حوصلہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

یا عم، واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ ما ترکتہ۔

(پیارے چچا! بخدا اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ کر یہ کہیں کہ اس دعوت کو چھوڑ دوں تو مرتے دم تک بھی نہ چھوڑوں گا) یہ کہہ کر آپؐ رونے لگے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابو طالب نے آپؐ کی بات سن کر کہا کہ: جاؤ جو چاہو کہو، میں تم سے کبھی دستبردار نہ ہوں گا۔ اس طرح قریش کی دوسری کوشش بھی ناکام ہو گئی۔

تیسری بار قریش کے لوگ ایک نئی پیش کش لے کر ابو طالب کے پاس آئے، عمارہ بن ولید بن مغیرہ قریش کا خوبصورت نوجوان تھا، ان لوگوں نے اسے ابو طالب کے سامنے پیش کر کے کہا کہ: اس لڑکے کو لے لیجئے اور محمد ص کو ہمارے حوالہ کر دیجئے ہم ان کو قتل کریں گے۔

ابو طالب نے یہ پیشکش سن کر سخت جواب دیا اور کہا کہ: عقل کے مارو! تمہارے بیٹے کو رکھ کر میں کھلاؤں اور تم میرے بیٹے کو لے جا کر قتل کر دو، بخدا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

اس موقع پر ابو طالب نے رسول اللہ ص کے لئے اپنی ذاتی حمایت پر اکتفار نہ کی بلکہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کو جمع کر کے رسول اللہ ص کی حمایت و تحفظ کا مطالبہ کیا۔ اور ابو لہب کے علاوہ سب لوگوں نے اس حمایت کا اقرار کیا۔

○

AsliAhleSunnet.com

○ دوسرا وسیلہ : مسلمانوں کا جسمانی تصفیہ…

جب رسول اللہ ص کو روکنے میں مشرکین ناکام ہوئے تو ان کی توجہ کا رخ مسلمانوں کی طرف ہو گیا، ہر قبیلہ والے اپنے قبیلہ میں موجود مسلمانوں کو مارنے اور ستانے لگے اور یہ مطالبہ کرنے لگے کہ اسلام کو چھوڑ دیں، بلال اور عمار وغیرہ پر مصائب کے جو پہاڑ توڑے گئے ان کا ذکر گذر چکا ہے۔

لیکن مشرکین کا یہ وسیلہ بھی ناکام رہا۔

○ تیسرا وسیلہ : نفسیاتی جنگ….

اسلام کی دعوت کو روکنے کے لئے مشرکین نے نفسیاتی جنگ سے بھی کام لیا، اس سلسلہ میں انھوں نے رسول اکرم ص کو کسی ایسے عیب میں ملوث دکھانا چاہا جس سے لوگ آپؐ سے متنفر ہو جائیں، مگر نہ تو آپؐ کو مجنوں کہہ سکے نہ کاہن نہ شاعر نہ ساحر، کیونکہ ان صفات سے آپؐ کی ذات بری تھی، پھر بھی انھوں نے آپ کو ساحر کہنا شروع کیا اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہنے لگے کہ محمد (ص) باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں تفریق کرا دیتے ہیں، اس لئے وہ جادوگر ہیں، حج کے ایام میں لوگوں سے مل مل کر مشرکین یہ پروپیگنڈہ کرتے تھے، لیکن اس سے رسول اللہ ص کو نقصان کے بجائے فائدہ پہونچا چنانچہ اس طرح عرب کا ہر شخص آپؐ سے اور آپ کی دعوت سے واقف ہونے لگا

نفسیاتی جنگ کی اس تدبیر میں بھی مشرکین ناکام ہوئے اور اس سے مسلمانوں ہی کا فائدہ ہوا۔

○

AsliAhleSunnet.com

چوتھا وسیلہ : بدسلوکی و بدزبانی :

مشرکین کا ایک وسیلہ یہ بھی تھا کہ رسول اکرم ص کے پیچھے اوباش و کمینے لوگوں کو لگا دیتے تھے جو آپؐ کو شاعر ، جادوگر ، مجنون اور کاہن وغیرہ القاب سے یاد کرتے اور اپنی بدکلامی سے ایذا پہونچاتے ، یہ سلسلہ اوباش افراد سے بڑھ کر سنجیدہ و باوقار افراد تک جا پہونچا ، چنانچہ یہ لوگ بھی آپؐ کو اپنی بدزبانی اور طنز و تعریض کے جملوں سے تکلیف پہونچاتے تھے ، طواف کے وقت خاص طور پر ایسے لوگ اپنی شرارتوں کا مظاہرہ کرتے۔ رسول اکرم ص اس حرکت سے تنگ آگئے تو ایک مرتبہ غصہ میں فرمایا :

اتسمعون یا معشر قریش ، أما والذی نفسی بیدہ ، لقد جئتکم بالذبح - (قریش کے لوگو ! سنو ، میں بخدا تمھارے پاس ذبح لے کر آیا ہوں)

یہ سن کر مشرکین مبہوت ہو گئے اور نرم روی کے ذریعہ آپؐ کو خاموش کرنے لگے ، ایک نے آپؐ سے کہا :

انصرف یا أبا القاسم ، فو اللہ ما کنت جھولا [1]

(ابوالقاسم (ص) ! جائیے آپؐ جاہل نہیں ہیں ۔)

بلاشبہ رسول اکرم ص جاہل نہ تھے ، لیکن مشرکین میں حماقت اور شور و شغب کی لت تھی ، لیکن ان کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی ۔

---

[1] ابن ہشام ۱ ـ ۳۵۹ ،

الطبری ۲ ـ ۲۲۲

AsliAhleSunnet.com

○ پانچواں وسیلہ: مادی لالچ:

عتبہ بن ربیعہ کے مشورہ سے قریش نے رسول اکرم ص کو طمع و لالچ بھی دلانے کی کوشش کی، خود عتبہ، رسول اللہ ص کے پاس جاکر کہنے لگا کہ:

"بھتیجے، اگر اس دعوت سے تمھارا مقصد ثروت ہو تو تمھارے لئے ڈھیر سا مال جمع کر دیتے ہیں، اور اگر عزت و جاہ کی خواہش ہو تو تم کو اپنا سردار مان لیتے ہیں، کسی کام کا فیصلہ تمھارے بغیر نہیں کریں گے، اور اگر چاہو تو تمھیں اپنا بادشاہ مقرر کر دیتے ہیں، اور اگر کوئی بیماری لاحق ہو تو اپنے خرچ سے علاج کے لئے تیار ہیں۔"

عتبہ جب اپنی مذکورہ پیش کش سے فارغ ہوا تو رسول اکرم ص نے اسے سورہ فصلت کی کچھ آیتیں سنائیں اور فرمایا: قد سمعت یا ابا الولید فانت و ذاک (ابوالولید، میں جو دعوت پیش کر رہا ہوں وہ یہ ہے، تم اس پر غور کرو۔)

یہ سن کر عتبہ مشرکین کے پاس واپس آیا، انھوں نے اس کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر پوچھا کہ کیا بات ہے، اس نے جواب دیا:-

سمعت قولا واللہ ما سمعت مثلہ قط، واللہ ما ھو بالشعر ولا بالسحر ولا بالکھانۃ. یا معشر قریش، اطیعونی واجعلوھا بی، وخلوا بین ھذا الرجل وبین ما ھو فیہ فاعتزلوہ، فواللہ لیکونن لقولہ الذی سمعت نبأ عظیم، فان تصبہ العرب فقد کفیتموہ بغیرکم، وان یظھر علی العرب فملکہ ملککم، وعزہ عزکم، وکنتم أسعد الناس۔

AsliAhleSunnet.com

(میں نے بخدا ایسا کلام سنا ہے جسے ابتک نہیں سنا تھا، وہ نہ تو شعر ہے نہ جادو نہ کہانت، قریش کے لوگو! میری بات مانو اور محمد (ص) اور ان کی دعوت کے بیچ سے ہٹ جاؤ، بخدا میں نے ان سے جو کلام سنا ہے اس کا ایک بڑا نتیجہ ہوگا، اگر عرب محمد (ص) پر غالب آگئے تو تمھیں نجات مل جائے گی، اور اگر وہ عربوں پر غالب آگئے تو ان کی حکومت تمھاری حکومت اور ان کی عزت تمھاری عزت ہے، اس وقت میں تم سب سے زیادہ سعادت مند ہو گے۔)

عتبہ کی یہ بات سن کر مشرکین کہنے لگے کہ : واللہ، اس نے تم پر بھی اپنی زبان کا جادو چلا دیا ہے۔

عتبہ نے کہا : اپنی رائے میں نے بتا دی، اب تم جو چاہو کرو[۱]

اور اس طرح مشرکین اس تدبیر میں بھی ناکام ہو گئے۔

○ چھٹا وسیلہ : مادی چیلنج :

اس کے لئے مشرکین نے دو طریقے اختیار کئے۔ اول یہ کہ رسول اللہ ص سے ایسے مادی معجزات کا مطالبہ کیا جو گذشتہ انبیار کو دیئے گئے تھے، چنانچہ ایک مطالبہ یہ کیا کہ مکہ کے اردگرد موجود پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ چلا کر شہر کی وسعت میں اضافہ کر دے، دوسرا مطالبہ یہ کیا کہ مکہ میں عراق و شام جیسی نہریں جاری کر دی جائیں، تیسرا مطالبہ یہ کیا کہ ان کے مردہ آبار و اجداد کو اللہ تعالیٰ زندہ کر دے۔

رسول اللہ ص نے ان مطالبات کو سن کر جواب دیا کہ : ما بھذا

---

[۱] ابن ہشام ۱ / ۳۱۴

AsliAhleSunnet.com

بعثت الیکم، انما جئتکم من اللہ بما بعثنی بہ - یعنی میں ان چیزوں کو دے کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ چیز لے کر آیا ہوں جس کو دے کر مجھے بھیجا ہے۔

پھر انھوں نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ رسول کے ساتھ ایک فرشتہ بھیجے جو اس کی بات کی تصدیق کرے، اور رسول کے لئے باغات، محلات اور سونے وچاندی کے خزانے پیدا کردے۔ لیکن رسول اللہ ص نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی کسی چیز کا سوال کرنے سے انکار کر دیا۔

مشرکین جب اس مادی تدبیر میں ناکام ہو گئے تو ایک دوسری نوعیت کے چیلنج کا سہارا لیا، چنانچہ عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا تاکہ ناقابل حل سوالات دریافت کریں اور اس طرح رسول اللہ ص کی صداقت کا امتحان لیں اور آپ کو لاجواب بنا دیں۔

یہود نے رسول اللہ ص سے پوچھنے کے لئے مشرکین کو درج ذیل تین سوالات سکھائے:

اول یہ کہ زمانۂ قدیم میں چند نوجوان گھروں سے نکلے تھے، ان کا کیا ہوا؟

دوم یہ کہ مشرق و مغرب تک پہونچنے والے سیاح شخص کی کیا خبر ہے؟

سوم روح کی کیا حقیقت ہے؟

قریش نے رسولِ اکرم ص کے سامنے تینوں سوالات پیش کئے، آپؐ نے ان سے کل جواب کا وعدہ کیا لیکن ان شاء اللہ نہیں کہا اور وحی کا سلسلہ پندرہ دن تک رک گیا، رسول اللہ ص کو اس کا غم ہوا اور مشرکین کو بات بنانے کا

AsliAhleSunnet.com

موقع مل گیا، پھر وحی نازل ہوئی اور تینوں سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ اس طرح یہ چیلنج بے سود ثابت ہوا اور یہ تدبیر بھی ناکام ہوگئی۔

○ساتواں وسیلہ: فکری انتشار و پروپیگنڈے کی مہم:

مشرکین نے منظم پروپیگنڈے کا وسیلہ بھی اختیار کیا، اس کام کی اہم ذمہ داری نضر بن حارث نے اپنے سر لی، اسے مختلف زبانوں اور فارسی و یونانی ادب سے واقفیت تھی۔ [1] اس نے حیرہ جاکر رستم و اسفندیار اور دیگر ایرانی بادشاہوں کی داستانیں بھی یاد کر رکھی تھیں۔ [2]

اس معرفت و ثقافت کے ساتھ ساتھ اسے حق سے عناد بھی تھا، دانستہ اس کی مخالفت کرتا تھا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتا تھا، اس نے قریش سے یہ بھی کہا تھا:

(یا معشر قریش، انه واللہ قد نزل بکم أمر ما أوتیتم له بحیلة بعد، قد کان محمد فیکم غلا ما حدثا أرضاکم فیکم، واصدقکم حدیثا، وأعظمکم امانة حتی اذا رأیتم فی صدغیه الشیب، وجاءکم بما جاء به، قلتم ساحر، لا واللہ ما هو بساحر الخ)

(قریش کے لوگو! بخدا تمھیں ایک ایسے معاملہ کا سامنا ہے جس کی تدبیر تمھارے بس سے باہر ہے، محمد (ص) تمھیں میں پلے بڑھے، تم ان سے خوش تھے، ان کی بات سچی اور معاملہ ایماندارانہ تھا۔ اب جب ان پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہوئے اور

---

[1] تاریخ العرب العام از سدیو ص ۱۴۲ [2] ابن ہشام ۱ر ۳۲۱

AsliAhleSunnet.com

اسلام کی دعوت انھوں نے پیش کی تو تم کہتے ہو کہ جادوگر ہیں، بخدا وہ جادوگر نہیں الخ

غور طلب بات یہ ہے کہ رسول اللہ ص کے بارے میں اس طرح کا نظریہ وخیال رکھنے والے تجربہ کار اور ہوشمند ادیب نے، جو رسول اللہ ص پر مشرکین کے لگائے ہوئے الزامات کی خود پر زور تردید کرتا تھا، حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ عقل وفکر کے روشندانوں کو بند کر کے آفتاب حقیقت کی کرنوں کو چھپا دے۔

اصل میں یہ شخص اپنی ثقافت ومعرفت کے باوجود قریش کے شیاطین میں سے تھا، رسول اللہ ص کو ایذا پہونچانا اور آپ سے دشمنی کرنا اس کا مقصد تھا۔ آپ جب کسی مجلس میں اللہ کا ذکر کرتے تھے اور لوگوں کو گذشتہ قوموں کے انجام سے ڈراتے تھے تو یہ شخص آپ کے بعد اسی مجلس میں بیٹھ کر یہ کہتا تھا کہ: قریش کے لوگو! میں محمد (ص) سے اچھی بات کرنا جانتا ہوں، آؤ میں تمھیں ان سے بہتر بات بتاتا ہوں، یہ کہہ کر وہ لوگوں کو رستم واسفندیار کی کہانیاں سنانے لگتا۔

مادہ پرستانہ جدلیاتی افسانوں سے واقف یہ شخص ذہنی انتشار پیدا کرنے اور لوگوں کو حق سے روکنے میں ٹھیک وہی کردار ادا کرتا تھا جو موجودہ دور میں نشر واعلام کے وسائل ادا کرتے ہیں۔

اسے اعتراف تھا کہ محمد ص ایک عظیم معجزہ لے کر آئے ہیں، لیکن پھر بھی اس نے حق کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ اپنی ثقافت وصلاحیت کے اظہار کے درپے رہا اور آفتاب رسالت کی کرنوں کو سیدھے سادے افسانوں کی چھلنی سے روکنا چاہا جن کا کفر وایمان کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

نضر کا یہ کردار اُن سستے صحافتی اسلوب کا نمونہ پیش کرتا ہے جنھیں جدید دور میں حق کی مخالفت کے لئے بعض غرضمند اور ہوا پرست حلقے اختیار

AsliAhleSunnet.com

کرتے ہیں۔

لیکن یہ وسیلہ بھی حق کے مقابلہ میں کامیابی نہ حاصل کرسکا۔

○ آٹھواں وسیلہ: بائیکاٹ

جب مشرکین نے یہ دیکھا کہ اسلام کے مقابلہ میں ان کے تمام حربے ناکام ہوتے جارہے ہیں اور یہ دعوت برابر پھیلتی جارہی ہے اور مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے تو انھوں نے اہل حق کو اور بھی تنگ کرنے اور ستانے کا فیصلہ کیا۔

ان کی شیطانی فکر نے انھیں مسلمانوں کے اقتصادی و معاشرتی بائیکاٹ اور ان کے خلاف سرد جنگ برپا کرنے کی راہ دکھائی، تاکہ اس طرح حق کی اس دعوت کا خاتمہ ہو جائے۔

رسول اللہ ص کی مدافعت وحمایت کے لئے بنو ہاشم و بنو المطلب کے باہمی تعاون سے جاہلی معاشرہ میں جو عمدہ روایت قائم ہوئی تھی اسے ان لوگوں نے ختم کرنے کی بات سوچی تھی۔ اور ساتھ ہی یہ مقصد بھی تھا کہ لوگوں پر اسلام کے گہرے اثر کو ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کو زندگی کے ایسے مسائل میں الجھادیا جائے کہ وہ کسی اور جانب توجہ نہ دے سکیں اور لات وعزی کو برابھلا کہنے کے بجائے اپنے وجود کو بچانے کی فکر میں لگ جائیں۔

بائیکاٹ کے مضمون پر مشتمل وثیقہ لکھ کر مشرکین نے کعبہ کی دیوار پر لٹکا دیا، اس میں یہ صراحت تھی کہ: بنی ہاشم و بنی مطلب کے ساتھ شادی بیاہ یا خرید و فروخت کا معاملہ نہ کیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد بنی ہاشم و بنی مطلب کے تمام افراد ابوطالب کے ساتھ ہو کر شعب ابی طالب میں چلے گئے

AsliAhleSunnet.com

البتہ ابولہب ان کے ساتھ نہ تھا، بائیکاٹ کا یہ سلسلہ تقریباً تین سال جاری رہا، اس مدت میں ان لوگوں کو بڑی مشکل سے کھانے پینے کی کوئی چیز مل پاتی تھی۔ لہ

تین سال کی مدت گذرنے کے بعد ہشام بن عمرو بن حارث عامری کو غیرت آئی اور اس نے ایسے چار اشخاص کو اپنا ہمنوا بنالیا جنھیں بنی ہاشم و بنی مطلب کی اس مصیبت کا درد تھا، ان چاروں اشخاص کے نام یہ ہیں:
زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی بن نوفل، ابوالبختری بن ہشام اور زمعۃ بن اسود۔

پانچ افراد کی یہ جماعت اللہ کی مدد سے بائیکاٹ کے وثیقہ ضائع کرنے میں کامیاب ہوگئی اور اس طرح محصورین کو دوبارہ حسب معمول زندگی بسر کرنے کا موقع نصیب ہوا۔

اس مقام پر درج ذیل سوال پیدا ہوسکتا ہے:
بائیکاٹ کے ذریعہ مسلمانوں کو جب اہل مکہ سے الگ تھلگ دور جگہ پر رکھ دیا تھا تو شعب ابی طالب میں ایک ایسا اسلامی وجود کیوں نہ قائم ہو گیا جو آگے چل کر اسلامی حکومت کی بنیاد ہو جاتا؟

مذکورہ سوال کے جواب سے موجودہ دنیا میں اقلیتوں کے موقف کی پوری طرح وضاحت ہو جائے گی، یہ اقلیتیں اپنے سے بڑی اکثریتوں کے اقتدار کے زیر سایہ اپنے ممتاز وجود کا تحفظ نہیں کرسکتیں۔

بصورتِ امکان یہ اقلیتیں اپنے وجود کو دوسروں کے وجود پر غالب

لہ تاریخ طبری ۲ ر ۲۲۵

AsliAhleSunnet.com

کرنے کی کوشش کرتی ہیں، یا پھر ایک مستقل وجود کی تلاش کرتی ہیں، جبکہ انھیں فکری وجسمانی ہلاکت کا سامنا ہوتا ہے اوران میں مقابلہ کی تاب نہیں ہوتی۔

شعب ابی طالب میں مسلمان، کافروں کے رحم وکرم پر جی رہے تھے، اس لئے کسی مستقل اسلامی وجود کا مسئلہ ممکن نہ تھا۔ پھر بنی ہاشم وبنی مطلب کے موقف میں رونما جذبات پر مبنی قبائلی حمایت کے زیر سایہ بسر ہونے والی زندگی میں کسی فکری واعتقادی حکومت کا قیام ممکن نہ تھا جو قبائلی وقومی وفاداری کے ذریعہ محفوظ وموجود رہ سکے۔

اور چونکہ اسلام اصولی طور پر قومی بنیاد کا قائل نہیں اور اسے زندگی کیلئے اولین بنیادی رابطہ تصور نہیں کرتا اس لئے اس کی نظر میں شعب ابی طالب میں اسلامی حکومت کا قیام بھی درست نہیں تھا۔

محاصرہ کی حالت میں بعض لوگوں کی طاقت جواب دے چکی تھی، اور محاصرہ کے خاتمہ کے بعد والے سال میں، جسے "عام الحزن" سے یاد کیا جاتا ہے، رسول اللہ ؐ کے چچا ابوطالب اور آپؐ کی بیوی خدیجہ رضی کا انتقال ہوگیا تھا۔

ان حالات میں محاصرہ کے شکار تھوڑے سے مسلمانوں کے لئے ممکن نہ تھا کہ مکہ کے سرکش وجابر قبائل کا مقابلہ کریں اوران کے نقصانات سے محفوظ رہیں۔

مشرکین کی جانب سے بائیکاٹ کا یہ ہتھیار اگرچہ بہت تیز اور مؤثر تھا لیکن مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے میں یہ بھی کھلے طور پر ناکام ثابت ہوا۔

○ آخری وسیلہ : قتل

بائیکاٹ کی تدبیر میں اجتماعی ناکامی کے بعد اسلام کی دعوت کو روکنے کے لئے اب کسی دوسرے فیصلہ کی ضرورت تھی، مشرکین دارالندوہ میں جمع ہوئے

AsliAhleSunnet.com

اور رسول اللہ ص کو ختم کرنے کے لئے تدبیر سوچنے لگے ، آخر کار آپ ص کے قتل (نعوذ باللہ) پر ان کا اتفاق ہوگیا ، اور اس کے لئے یہ صورت سوچی گئی کہ اس قتل میں ہر قبیلہ کا کوئی نہ کوئی فرد شریک ہوتا کہ بنی ہاشم و بنی مطلب تمام قبائل کے مقابلہ سے اپنے آپ کو عاجز محسوس کر کے دیت پر راضی ہو جائیں اور مشرکین کو اسلام کی نئی دعوت سے چھٹی مل جائے ۔

اس مرحلہ میں جبکہ رسول اللہ ص طائف سے شکستہ خاطر لوٹے تھے ، اور اسرار و معراج کا واقعہ پیش آیا تھا ، دعوت کی قیادت خود آسمان سے ہو رہی تھی کیونکہ زمین کے تمام وسائل غیر مؤثر ثابت ہو چکے تھے ، اور اسی وجہ سے رسول اللہ ص نے اللہ تعالیٰ سے اپنی کمزوری اور ہلکے پن کا شکوہ کیا تھا ۔

پھر ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و عنایت سے دعوت کے مقابلہ کے لئے مشرکین کا سب سے گھناؤنا اور سب سے مضبوط وسیلہ بری طرح ناکام ہوا اور وہ رسول اللہ ص کو قتل نہ کر سکے ۔

رسول اللہ ص اور آپ ص کے صحابہ مشرکین کی جانب سے پیدا کی جانیوالی تمام مشکلات پر قابو پا گئے تو اسلام کے غلبہ اور فرد کی تعمیر میں اس کی کامیابی کا احساس دلوں میں پیدا ہونے لگا ، اور اب لوگ یہ بھی سوچنے لگے کہ اس مرحلہ کے بعد دوسرا مرحلہ " حکومت کی تشکیل و تعمیر " ہی کا ہے ۔

AsliAhleSunnet.com

رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

اور

قیامِ حکومت

AsliAhleSunnet.com

حکومت کی تلاش :

قریش کی جانب سے مسلمانوں کے بائیکاٹ کے بعد ہی سے رسول اللہ ص کو یہ احساس تھا کہ مشرکین کے رحم و کرم پر رہ کر مسلمانوں کے متفرق و بے ٹھکانا ہوتے ہوئے اسلامی دعوت دنیا کے حالات کو بدلنے میں کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتی۔

اور جب سے دعوت کے دو قوی ستون یعنی ابو طالب و خدیجہ رض کی وفات ہوئی تھی، رسول اللہ ص کو روزانہ نئے نئے ظلم و ستم کا سامنا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ ظلم و ستم زندگی کا لازمہ بن گئے ہیں، رسول اللہ ص گھر سے نکلتے تھے تو کوئی نہ کوئی آپ ص کا مذاق اڑانے والا سامنے آجاتا تھا، آپ ص کے راستہ میں گندگی رکھی جاتی تھی، طواف کی حالت میں زبانی یا جسمانی تکلیفیں پہونچائی جاتی تھیں۔ آپ ص ان حالات کا سامنا کرتے ہوئے افسردہ خاطر گھر واپس لوٹ آتے تھے۔

تعجب کی بات یہ تھی کہ اس دور میں کھلے طور پر ایک ایسی جماعت تیار ہو چکی تھی جس کا تمام تر مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ص سے مذاق و ٹھٹھا کرے، مذاق کرنے والوں کی اس جماعت میں یہ لوگ نمایاں تھے :

ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، ابن عبد لغوث اور حارث بن طلالۃ۔

رسول اللہ ص کو ان لوگوں کی طرف سے سخت قسم کی نفسیاتی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

ان حالات میں رسول اکرم ص نے خود کو قبیلوں کے سامنے پیش کیا تاکہ کوئی قبیلہ آپ ص کو اپنی پناہ میں لے لے اور اس طرح پیروانِ اسلام کی حمایت

AsliAhleSunnet.com

ممکن ہو اور ان کا منتشر شیرازہ متحد ہو سکے۔

آپؐ اپنے خادم حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ طائف تشریف لے گئے اور قبیلۂ ثقیف سے مدد طلب کی، عبد یالیل بن عمرو بن عمیر، مسعود بن عمرو، جبیب بن عمرو وغیرہ اشراف ثقیف سے آپ کی گفتگو ہوئی، لیکن سب نے حوصلہ شکن جواب دیا، آپؐ نے یہ امید ظاہر کی کہ اس ملاقات کا ذکر قریش سے نہ کریں، لیکن ان لوگوں نے ستم یہ کیا کہ اوباش اشخاص (پیرو لتاری نشاستہ) کو آپ کے پیچھے لگا دیا، یہ لوگ آپؐ پر آوازے کستے اور شور مچاتے تھے، مجبوراً ربیعہ کی اولاد عتبہ و شیبہ کے باغ میں آپؐ نے پناہ لی، اور خون اور آنسو پونچھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے ضعف و کمزوری کی شکایت کی۔

رسول اللہ ص کا سفر طائف بلاشبہ ایک تلخ تجربہ تھا، لیکن اس سے "دار ہجرت" کی تلاش میں آپؐ کے عزم میں کسی طرح کی سستی نہیں آئی۔

موسم حج میں آپؐ نے خود کو قبیلۂ کندہ کے سامنے پیش کیا۔ لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔

قبیلۂ کلب کے پاس تشریف لے گئے لیکن انھوں نے دعوت کو ٹھکرا دیا۔

بنو حنیفہ کے پاس پہونچے لیکن انھوں نے بدترین جواب دیا۔

بنو عامر بن صعصعہ کے سامنے دعوت پیش کی تو انھوں نے شرط لگائی کہ آپؐ کے بعد وہ اقتدار کے مالک ہوں گے، آپؐ نے ان کی مادی ذہنیت اور سودے بازی کو یہ فرما کر ٹھکرا دیا کہ: یہ چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جسے چاہے دے، یہ سن کر انھوں نے بھی آپؐ کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

ظہور اسلام کے گیارہویں سال بھی موسم حج میں آپؐ نے مکہ آنے والے قبائل

AsliAhleSunnet.com

کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، قبیلہ خزرج کے چھ افراد سے آپ کی ملاقات ہوئی جن کے مقدر میں بھلائی لکھی ہوئی تھی۔ یثرب میں یہ لوگ یہودیوں سے اختلاف رائے کے وقت یہ سنا کرتے تھے کہ: نبی کا زمانہ قریب آچکا ہے، یہود اس کی پیروی کر کے اوس وخزرج کو میٹ دیں گے۔

یہ الفاظ خزرجیوں کے کان میں گونجا کرتے تھے، جب رسول اللہ ص نے ان سے اسلام کی بات کی تو ان الفاظ کی بازگشت ان کو پھر سنائی دینے لگی، آپس میں کہنے لگے: یہی وہ نبی ہیں جن کا یہود انتظار کر رہے ہیں، اس میں یہودیوں کو سبقت کا موقع نہ دینا چاہیئے، یہ کہہ کر ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ان چھ خوش قسمت اشخاص کے نام یہ ہیں:- اسعد بن زرارۃ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر اور جابر بن عبد اللہ۔ انھیں حکومتی مرحلہ میں اسلامی دعوت کے مقدمۃ الجیش کی حیثیت حاصل ہے۔

دعوت کے جدید مرحلہ میں یہ لوگ ترقی کا رمز مانے جاتے ہیں، یثرب پہونچ کر یہ سب لوگ اسلام کے مخلص داعی بن گئے اور ان کی کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ انصار کے ہر ہر گھر میں رسول اللہ ص کا ذکر خیر ہونے لگا۔ [1]

دعوت کا اسلوب:

دوسرے سال بارہ اشخاص مکہ آئے اور رسول اللہ ص سے بیعت کی،

---

[1] سیرت ابن ہشام ۲ر ۳۷

AsliAhleSunnet.com

اس پہلی بیعت عقبہ کا نام "بیعت النساء" ہے کیونکہ اس میں جنگ پہ بیعت نہیں ہوئی تھی، بلکہ یہ بیعت تھی کہ: اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں، اولاد کو نہ ماریں، بہتان تراشی نہ کریں اور اللہ کی نافرمانی نہ کریں۔ یہ بیعت کرنے والے مخلصین اسلامی اصولوں کا خلاصہ لے کر واپس لوٹے اور ان کے ساتھ اسلام کے اولین سفیر حضرت مصعب بن عمیر بھی تھے، ان کا کام تھا کہ لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیں، امامت کریں اور پہلے داعیانِ اسلام کے کام کی تکمیل کریں۔ ان کوششوں پر صرف ایک سال کا عرصہ گذرا تھا کہ مصعب بن عمیر مکہ میں رسول اللہ ص کے پاس یہ خوشخبری لے کر آئے کہ مدینہ میں اسلام کا غلبہ ہے اور اوس و خزرج کے اکثر لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔

- حکمت و دانائی اور مناسب نصیحت:
- فطری و عقلی دین کی حیثیت سے اسلام کے مزاج کو پوری طرح سمجھنا:
- جاہلیت کے پردوں کو ہٹا کر انسانی نفس کو اندر سے متوجہ کرنا:
- جدال، تعصب اور مردہ افکار کے جھمیلوں سے عقل کو آزاد کرنا:
- ایک گھر سے دوسرے گھر، ایک مجلس سے دوسری مجلس اور ایک گفتگو سے دوسری گفتگو کے لئے ہمیشہ صحیح طور پر متحرک رہنا:
- قرآن کریم جو قلب سلیم کی گہرائیوں سے نکلتا ہے:
- قول و فعل میں بہترین نمونہ:

یہ ہیں وہ اوصاف و امور جن کے ذریعہ حضرت مصعب نے یثرب کو "اسلام کا پہلا شہر" بنالیا، کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا جس میں ایک یا دو

AsliAhleSunnet.com

آدمی مسلمان نہ ہوں، ان کے ہاتھ پر ایک ہی دن میں سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر دونوں مسلمان ہوئے، ان کا شمار یثرب کے بڑے قائدین میں ہوتا تھا، اس لئے ان کے بعد ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔

تاریخ کا پہلا معاشرتی معاہدہ :

موسم حج آتے آتے حضرت مصعب پھر مکہ لوٹ آئے، ان کے ساتھ چھیتر مسلمان بھی آئے جنھوں نے رسول اکرم ص کے ہاتھ پر لڑائی کے لئے بیعت کی، یہ بیعت (بیعۃ العقبۃ الثانیہ) یعنی عقبہ کی دوسری بیعت کے نام سے معروف ہے۔

اس بیعت میں یہ تفصیل تھی کہ مدینہ کے مسلمان اپنے بال بچوں کی طرح رسول اکرم ص کی حفاظت بھی کریں گے۔

اور دشمنان خدا کے ساتھ ہر طرح کی جنگ کریں گے۔ اور اب آپؐ کا انجام مدینہ کے مسلمانوں کے ساتھ مربوط ہوگا، اگر اللہ تعالیٰ کی مدد ہو تو پھر آپؐ ان کو چھوڑ کر اپنی قوم میں نہ جائیں گے، میں تم سے اور تم مجھ سے، جس سے تمھاری جنگ اس سے میری جنگ، اور جس سے تمھاری صلح اس سے میری صلح۔

اسی مختصر اور واضح بنیاد پر مدینہ کے مسلمانوں اور ان کے قائد رسولِ اکرم ص کے مابین معاہدہ طے پایا، جس میں یہ تھا کہ مدینہ میں اسلامی حکومت قائم کی جائے جس میں حکومت کے درج ذیل تینوں بڑے عناصر مکمل طور پر موجود ہوں :

۱۔ عقیدہ یعنی نظریاتی بنیاد، جس میں قانونی بنیاد کے طور پر دستور شامل ہے۔)

AsliAhleSunnet.com

۲- زمین یعنی مادی بنیاد، جس کے لئے یثرب کا یہ پُرامن و ممتاز علاقہ منتخب ہوا۔

۳- نفری قوت یعنی قبیلۂ اوس و خزرج کے انصاری مسلمان اور مکہ سے آنے والے مہاجرین، اور ان کی حکیمانہ قیادت کرنے والے اللہ کے رسول محمد ص۔

اور اس طرح انسان، عقیدہ اور زمین تینوں کے امتزاج و اتحاد سے اسلامی حکومت قائم ہوئی جو ترقی کرنے کے بعد ایک تہذیب اور ایک تمدن کی خالق بنی۔

عقبہ کی دوسری بیعت کو انسانی تاریخ میں سب سے ممتاز و عالی شان "معاشرتی معاہدہ" کی حیثیت حاصل ہے، یہ معاہدہ مذکورہ تینوں عناصر کے زیر سایہ وجود میں آیا اور اس سے اسلام کی نوخیز و طاقتور حکومت قائم ہوئی۔

○ ○ ○

اسلامی عقیدہ سے مسلمانوں کو زندگی کا ایک نیا اور خوبصورت تصور ملا، اسی سے وہ دستور ملا جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رشتہ کو استوار کیا، معاشرہ کے افراد سے تعلق پیدا ہوا، زندگی کو ایسی ساخت ملی جو اس کی فطرت سے ہم آہنگ تھی۔ اسی عقیدہ کے زیر سایہ مسلمان فرد میں یہ شعور پیدا ہوا کہ وہ زندگی کا قائد ہے اور بھٹکے ہوئے قافلوں کی رہنمائی اس کا فرض ہے۔

یہ عقیدہ ایک پیغام اور ایک تہذیب تھا، مسلمان میں اس سے ایک برتری کا احساس تھا، لیکن اس احساس میں نسلی یا ملکی امتیاز کا شائبہ نہ تھا، بلکہ اصول کی برتری تھی جس سے اس دعوت کو عام کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا تھا

AsliAhleSunnet.com

قرآن کریم نے درج ذیل آیت میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے اصل میں اُس واقعی احساس کی ترجمانی کی ہے جو اسلامی قدروں سے ملتا ہے: کنتم خیر أمة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر۔ (اے مسلمانو! تم نیک جماعت ہو، جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو، نیک کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔)

اس طرح مسلمانوں کو یہ احساس تھا کہ وہ حق کی عمدہ ترین قدروں کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں ان قدروں کی تبلیغ اور اپنا پیغام پہنچانے کے لئے منتخب کیا ہے۔ ربعی بن عامر جب رستم کے پاس پہونچے تھے تو کہا تھا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ بندوں کو بندوں کی پرستش سے نکال کر صرف اللہ کی عبادت کی تعلیم دیں۔ ان کا یہ قول کسی توضیح کا محتاج نہیں، اس سے مومن کے اس بلند و بالا شعور کا اظہار ہوتا ہے جو اسلام کے بے مثال عقیدہ کے طفیل اسے ملا ہے، وہ عقیدہ جس نے عظیم انسانی تہذیب کو جنم دیا ہے۔

○ ○ ○

دوسری بیعتِ عقبہ میں دارالہجرۃ میں جس حکومت کے قیام پر اتفاق ہوا تھا اس میں عقیدہ کو ایندھن ہوا اور اس پوشیدہ عنصر کی حیثیت حاصل تھی جو آکسیجن اور ہائیڈروجن کے مابین ربط پیدا کر کے پانی کو وجود عطا کرتا ہے۔

یہاں عقیدہ ملکی و تاریخی ارتقاء کے قوانین میں سے کسی قانون کا تابع نہ تھا، نہ کسی چیز کا ردعمل تھا، نہ کسی چیز کے ساتھ براہ راست تناقض تھا اور

AsliAhleSunnet.com

نہ اپنے اندر ایسے تناقضات رکھتا تھا جس سے اپنے اور دوسروں کے لئے زندگی حاصل کر سکے۔

یہ عقیدہ انسانی قدروں کو زندہ کر کے ان کے شایانِ شان مقام پر رکھتا تھا، ممکن ہے ان میں سے کچھ اقدار کا تعلق جاہلی دور یا کسی قدیم مذہبی عقیدہ سے رہا ہو۔ اسلام اصل میں کسی کی ضد میں اقدام کا قائل نہیں، نہ وہ کسی متعین خرابی کی اصلاح یا کسی ہنگامی سماجی یا اقتصادی بحران کے حل کے لئے آیا ہے" وہ ان سب مسائل سے برتر، ہمہ گیر اور دائمی وجاوداں عقیدہ ہے۔

یہ انسان کا عقیدہ ہے، ہر اس انسان کا جو اپنے انسانی وجود کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔

اور یہ تہذیب کا عقیدہ ہے، ہر اس تہذیب کا جو اپنے لئے الٰہی و انسانی گہرائی ثابت کرنا چاہتی ہے جو انسانی تہذیب کی حیثیت سے اس کی حمایت کی ذمہ دار ہو۔

○ ○ ○

انسانوں کی ایک جماعت انصار میں، جو تہذیب کے ہنر کی قابل اور اس کی بنیادوں کو استوار کرنے کے لئے آمادہ تھی، جب اس عقیدہ کا وجود ہوا تو اس نے حکومت کے مرحلہ میں اپنے آپ کو ظاہر کیا، جس طرح اس سے پہلے فرد کے مرحلہ میں ظاہر کر چکی تھی۔

اس جماعت نے اسلام کے عقیدہ کو زمین دی جس میں رزق تھا، خون دیا اور وقت دیا، پھر عقیدہ نے اس جماعت اور زمین کے عطایا کے مابین امتزاج پیدا کیا، اور وقت کو بڑی چابکدستی سے استعمال کیا۔

AsliAhleSunnet.com

جب یثرب میں نئے عقیدہ کی مستقل و متعین حکومت قائم ہو گئی تو منتشر مسلمانوں کا شیرازہ اکٹھا ہو گیا اور اب ہر اس جانب سے جہاں مسلمان کا وجود ہے، جدید تہذیب کے مقدمۃ الجیش کی حیثیت رکھنے والے افراد مدینہ کی جانب لپکنے لگے جہاں اسلامی حکومت کے قیام کا انتظام تھا، یہ لوگ اپنی حکومت تک پہونچنے کے لئے ہر طرح کی قربانی بھی دے رہے تھے۔ حبشہ سے، مکہ سے، جزیرہ میں مختلف قبائل کے ٹھکانوں سے آنے والے لوگوں سے نئی حکومت کا وجود ہوا جس کی ترجمانی ایک نئے رنگ کا انسان کر رہا تھا جس کی حقیقت ایک تھی۔ یہی اس کا وطن، اس کا عقیدہ، اس کا پیغام اور اس کی تہذیب تھی، اور یہ اسلام کی حقیقت اور اس کا تشخص تھا کچھ اور نہیں۔

اب ان عناصر کے مثبت و خلاق امتزاج کے لئے صرف ایک کڑی باقی تھی، یہ کڑی قائد کے زمین کے ساتھ امتزاج سے عبارت تھی جو عقیدہ کا حامل اور دستور کا نگہبان تھا اور سپاہی (مسلمان) اس کے پیچھے تھے۔

چنانچہ ہجرت کا واقعہ پیش آیا، رسول اللہ ص اور مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی، یہ ہجرت دنیا میں پہلی اسلامی حکومت کو وجود میں لانے کیلئے ضروری تھی۔

لیکن کیا مشرکین نے مسلمانوں اور ان کے قائد کو اسلامی حکومت کے قیام کی خاطر نئی سرزمین میں جانے کے لئے آزاد چھوڑ دیا؟ اور کیا اس عظیم دعوت کو امن و آزادی کے ساتھ اپنے راستہ پر چلنے کا انھوں نے موقع دیا؟

تاریخ کا عظیم سفر اور آسمان کا زمین سے اتصال:

ہجرت کا منصوبہ و فیصلہ حد درجہ محکم و انوکھا تھا، اور نئی فتح کی کامیابی کے لئے یہی ضروری تھا۔

LIBRARY
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

AsliAhleSunnet.com

زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے جن قوانین کو متعین کیا ہے ان کو نظر انداز کرنا ایک سادہ و بے سوچا سمجھا اقدام ہے جو بڑی دعوتوں کے شایان شان نہیں، بلکہ ان دعوتوں کا سب سے نمایاں عمل اللہ تعالیٰ کے قوانین سے ہم آہنگی ہے نہ کہ ان کا تجاہل۔

ہجرت کا یہ مستحکم منصوبہ سات افراد کے اشتراک سے انجام پذیر ہوا جن میں سے ہر ایک نے اپنے کردار کو انتہائی خوش اسلوبی سے انجام دیا اور کسی سے کوئی غلطی بھی صادر نہ ہوئی۔

۱۔ رسول اللہ ص اس منصوبہ کی سب سے اہم شخصیت تھے، آپ کو حکم خداوندی کا انتظار تھا، نفسیاتی طور پر اس مہم کو سر کرنے کے لئے آپ پوری طرح تیار تھے تاکہ مکہ کے محاصرہ سے نکل سکیں۔ جب آپ کو بتایا گیا کہ قتل کی سازش میں لوگ مصروف ہیں اور ان کی چال کو ناکام بنانے کا فیصلہ قدرت نے کر لیا ہے تو اس وقت آپ نے سفر کا انتظام شروع کر دیا۔

رسول ص کا کوئی قدم بغیر حکم الٰہی نہیں اٹھتا تھا، ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ میں آپ قدرت کی رہنمائی کے بعد ہی منتقل ہوتے تھے، یہ معاملہ زیادہ بڑا تھا، ایک نئے مرحلہ کی ابتدا تھی جس میں نئے قوانین اور نئی صلاحیتوں کی ضرورت تھی

جب یہ حکم آگیا تو آپ فوراً اپنے صحابی حضرت ابوبکر کے پاس پہنچے جنھیں حکم سن کر بیحد مسرت ہوئی اور انھوں نے آپ کے ساتھ چلنے کی درخواست کی حکم الٰہی کے بعد ظالم بستی سے نکلنے کے لئے رسول اللہ ص نے ہر ایک کی ذمہ داری متعین فرمائی۔

۲۔ دوسرا درجہ حضرت ابوبکر کا تھا، ان پر ساتھ رہنے اور توشہ و سواری کا بندوبست کرنے کی ذمہ داری تھی، اس میں خود رسول اکرم ص کا بھی حصہ تھا،

AsliAhleSunnet.com

حضرت ابوبکر کے ذمہ دوسرے لوگوں سے متعلق بھی بعض کام تھے۔

۳۔ تیسرا درجہ حضرت علی کا تھا جن کے ذمہ دوگونہ کام تھا، ایک یہ کہ رسول اللہ ص کے بستر پر سو کر مشرکین کو تاریکی میں رکھیں، دوم یہ کہ لوگوں کی امانتیں واپس لوٹا دیں۔ کیونکہ اصول واقدار کی دعوت دینے والے نبی کے لئے کسی طرح یہ مناسب نہیں کہ سخت ترین حالات میں بھی کوئی ایسا کام کرے جس سے کسی کو اعتراض کا موقع ملے۔

۴۔ عبداللہ بن ابوبکر کی ذمہ داری یہ تھی کہ قریش کے منصوبوں کو اولین فرصت میں نبی ص اور ابوبکر رض تک پہونچائیں۔

۵۔ عامر بن فہیرہ (ابوبکر کے غلام)، کے ذمہ دو کام تھے۔ اول یہ کہ غار کے پاس بکریاں لے آئیں تاکہ رسول اللہ ص اور ابوبکر دودھ پی سکیں، دوم یہ کہ بکریوں سے عبداللہ کے قدموں کے نشانات مٹا دیں جو قریش کی خبریں لے کر آیا کرتے تھے۔

۶۔ حضرت اسماء (ذات النطاقین) کا کام تھا کہ کھانا اور توشہ لے آئیں۔

۷۔ عبداللہ بن اریقط سفر میں راہنما تھے، ان کی اصل مہم تین دن بعد شروع ہوئی جب یہ یقین ہوگیا کہ ہجرت کامیاب ہے، یہ ذمہ داری بھی اہم تھی۔

ہجرت کے اس تاریخی سفر میں رسول اللہ ص نے تمام احتیاطی تدابیر کیں۔ حضرت علی کو بستر پر سلایا، بکریوں سے قدم کے نشانات مٹائے، حضرت ابوبکر کے گھر سے عقبی راستہ سے نکلے، نئے راستہ سے چلنے کے لئے راہنما مقرر کیا قریش کی سازشوں سے واقفیت کا انتظام کیا، قریش کو مایوس کرنے کے لئے تین دن تک غار میں قیام فرمایا۔

AsliAhleSunnet.com

یہ تمام تدابیر آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اختیار کیں، اللہ تعالیٰ کی تمام تر ذمہ داری وحفاظت کے باوجود ان وسائل کو برتنے میں آپؐ نے کوئی تامل نہیں فرمایا کیونکہ اس میں کوئی تضاد نہیں۔

احتیاط وبچاؤ کے مادی اسباب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عنایت نے دونوں مہاجروں کی نگہداشت کی۔ یہی رعایت کامیابی کا ستون تھی لیکن ساتھ ہی اسباب کی رعایت بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت کا ظہور درج ذیل مواقع پر ہوا:

○ رسول اللہ ص گھر سے نکلے تو قریش کے جوان دروازہ پر کھڑے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کردی، رسول اللہ ص ان کے سروں پر مٹی ڈالنے کے بعد سورہ یٰسٓ کی ابتدائی آیات تلاوت کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔

○ غار میں آپؐ کے قیام کے دوران مشرکین ڈھونڈھتے ہوئے ایسی جگہ پہونچ گئے تھے کہ اگر نیچے نظر ڈالیں تو آپ کو دیکھ لیں۔ لیکن تحفظ کا مزید انتظام یہ ہوا کہ غار کے دروازہ پر مکڑی نے جالا تن دیا کبوتری نے انڈے دے دیئے اور درخت کی ٹہنیاں لٹک آئیں۔

○ قریش کے انعام کا لالچ سامنے لے کر سراقہ بن مالک نے آپؐ کا تعاقب کیا، اور قریب بھی پہونچا لیکن کچھ کر نہ سکا۔

○ پھر یہی سراقہ آپؐ کا محافظ بن گیا اور قریش کو تلاش کی راہ سے بھٹکا دیا۔

○

AsliAhleSunnet.com

نئی حکومت کی اندرونی مضبوطی:

اس تاریخی وجاوداں سفر کی کامیابی کے بعد اللہ کی رہنمائی سے وجود میں آنے والی تہذیب کے عناصر کا امتزاج ہوا، رسول اللہ ص کی اونٹنی عمرو کے بیٹے سہل و سہیل کی زمین پر بیٹھ گئی تو آپؐ نے اسلامی حکومت کی اولین اساس یعنی مسجد کی تعمیر شروع کی۔ اس مسجد کی تعمیر میں صرف آپؐ کا حکم نہیں چلتا تھا بلکہ آپؐ قوت بازو سے اس میں حصہ لے رہے تھے۔

رسول اللہ ص اور مہاجرین و انصار سب کی مدد سے مسجد تعمیر ہوئی اور اسے اسلام کی دوسری مسجد کی حیثیت سے حاصل ہوئی، اس سے پہلے مدینہ تشریف لاتے ہوئے قباء میں آپؐ نے پہلی مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔

اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں مسجد پہلا قدم ہے، اسی سے زمین میں اسلامی تحریک کے منصوبے نمایاں ہوتے ہیں، اسی کے زیر سایہ علم حاصل کیا جاتا ہے، اسی کے فرش پر مسلمانوں کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں، ان کے مسائل حل کئے جاتے ہیں، وہ دین سیکھتے ہیں۔ مسجد ہی کا مفہوم و ماحول علم کی رہنمائی، حکومت کی موضوعیت اور زندگی کے تمام مسائل میں اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا ذمہ دار ہے۔

اسی لئے مسجد اسلامی معاشرہ کا رمز ہے، اسی لئے رسول اکرم ص نے قبا میں اور اسی طرح مدینہ میں سب سے پہلے مسجد ہی تعمیر فرمائی۔

وہ مسجد کے صحن کے ایک وسیع گوشہ میں رسول اللہ ص نے اپنے حجرے تعمیر کرائے جن میں تا زندگی قیام فرمایا، شمالی حصہ میں چھپر تھا جس سے سمت قبلہ متعین ہوتی تھی، قبلہ کے مقابل صفہ (چبوترہ) تھا، جو ایک چھت یا سائبان سے عبارت تھا اور دیوار کے عرض کے ساتھ کھجور کے تنوں پر قائم تھا،

AsliAhleSunnet.com

اس کے نیچے "اہل صفہ" کے لقب سے موصوف صحابہ کرام رضہ بیٹھا کرتے تھے۔ سیرت وتاریخ کی کتابوں کے مطابق یہ ان فقراء کی جماعت تھی جو مسجد کے قریب زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے تاکہ مسجد کی دیکھ بھال کر سکیں اور اس میں عبادت کر سکیں۔ لیکن جب ہم ان کے ناموں پر نظر ڈالتے ہیں تو فقر کا وصف ان میں سے ہر ایک شخص میں موجود نہیں پاتے، اور یہ بھی بعید معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دوسروں کے صدقہ وخیرات پر زندگی بسر کریں، ان میں حضرت ابو ذر غفاری رضہ کا نام بھی ملتا ہے جو فطرتاً صدقات قبول نہیں کرتے تھے، ان میں عمار بن یاسر، خباب بن الارت اور صہیب رومی کے نام بھی ملتے ہیں جو قدیم صحابہ میں ہیں اور ان کے معروف گھر تھے، اس لئے لازمی طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ اہل صفہ کا مسجد نبوی اور رسول اللہ ص سے متعلق کچھ مخصوص ومتعین کام تھا جس کو یہ لوگ انجام دیتے تھے۔" [1]

مدینہ کے جس حصہ میں سہل وسہیل کی زمین پر رسول اللہ ص کی اونٹنی بیٹھی تھی اسے درحقیقت حکومت کے "وزارتی علاقہ" کی حیثیت حاصل تھی جہاں خارجی و داخلی امور کی منصوبہ بندی ہوتی تھی اور تمام کاموں کے خطوط متعین ہوتے تھے۔

اس لئے بعید نہیں کہ اہل صفہ کا اصل کام قائد اسلام رسول اللہ ص کی رہنمائی میں مختلف منصوبوں کی تنفیذ رہا ہو مثلاً امن وامان کی پالیسی، ادارتی ومالیاتی تنظیم، حکومت کے روزمرہ کے اجتماعی امور کی نگہداشت اور ساتھ ہی رسول اللہ ص کی مبارک زندگی کے واقعات کی تدوین جنھیں اسلامی

---

[1] عالم الاسلام از ڈاکٹر حسین مؤنس ص ۱۳۴

AsliAhleSunnet.com

حکومت میں قانون سازی کا مقام حاصل ہے، پھر سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی مرکز اور مقام عبادت ہونے کی حیثیت سے مسجد کے روزمرہ کے کاموں کی انجام دہی۔

○ ○ ○

مدینہ پہونچنے کے بعد آپؐ نے مہاجرین و انصار کے مابین رشتۂ اخوت قائم کیا، لیکن اس اخوت میں اقتصاد و مال کا درجہ بالکل اخیر میں تھا، معاشی تعاون اس اخوت کے مفہوم میں ضرور داخل تھا لیکن سب سے اخیر میں۔

اس اخوت سے قبائلی و قومی عصبیت درگور ہوگئی۔

اور جاہلی زندگی پر ایک نئے مفہوم کا رنگ چڑھ گیا جس میں عقیدہ کو ملک و نسل پر فوقیت حاصل تھی۔

اس اخوت کے ذریعہ ایک نئی حکومت کے قیام کا اعلان ہوا جس کے رشتے اور جس کی حقیقت سب نئی تھی۔ مدینہ پہونچکر مسئلہ صرف یہ نہیں تھا کہ مسلمانوں کے احساسِ اجنبیت کو ختم کیا جائے، کیونکہ عام دائرہ میں مہاجرین کے لئے ممکن تھا کہ ایک ہنگامی جماعت (Community) تشکیل دے لیں جو معاشرہ میں تیسرے طبقہ کی حیثیت سے زندگی بسر کرے، اسی طرح قبیلہ خزرج کے لئے بھی ممکن تھا کہ ایک اصلی جماعت بنالیں، اور اوس کے لوگ بھی یہی کرلیں، تاکہ اجنبیت کا احساس جاتا رہے۔ اسی طرح اس بات کا امکان بھی تھا کہ جاہلی دور کے حالات کو از سر نو نمایاں کیا جائے، البتہ ان کو اس مرتبہ نئی شکل دے دی جائے۔

لیکن اسلام چونکہ جاہلیت کو کسی بھی رنگ میں قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا اس لئے قانونِ مواخاۃ سے اس کی جڑوں کو اکھیڑ دیا گیا۔

AsliAhleSunnet.com

اس کے بعد اخلاقیات کے باقی پہلو سامنے آئے جن کا تذکرہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں ہے :-

والذین تبوؤا الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم، ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا، و یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ۔ ؎۱ (وہ لوگ جنہوں نے ان مہاجرین کے پہنچنے سے پہلے مدینہ میں دار الایمان بنایا، جو لوگ ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں وہ لوگ ان سے دلی محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو خدا کی طرف سے ملا ہے اپنے دلوں میں اس کی حاجت نہیں پاتے اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو سخت حاجت ہو۔)

رسول اللہ ص اور علی رضہ کے مابین، حمزہ رضہ و زید رضہ بن حارثہ کے مابین اور جعفر رضہ و معاذ بن جبل کے مابین رشتۂ اخوت پر نظر ڈالیئے اور غور کیجیئے کہ مہاجرین کے مابین آپس ہی میں کس طرح کا مادی اعتبار و مفہوم موجود ہو سکتا ہے؟

پھر کیا اخوت کے لئے انتخاب کسی متعین اقتصادی کمال یا طرفین میں سے ایک (بالخصوص انصار) کے دوسرے کمزور و محتاج فریق کی اعانت و پرورش کی بنیاد پر ہوتا تھا؟

اخوت کی نوعیتوں کی توضیح و تشریح سے یہ پتہ چلے گا کہ اس میں اقتصادی مفہوم کو بہت زیادہ نمایاں مقام نہیں حاصل تھا، بلکہ رشتۂ اخوت اس لئے وجود میں لایا گیا تھا کہ اقتصادی لحاظ سے انفرادی ضرورت کی بنیاد پر

؎۱ الحشر آیت ۹

AsliAhleSunnet.com

اجتماعی ڈھانچہ مکمل ہونے سے پہلے فکری، نفسیاتی اور اجتماعی لحاظ سے معاشرتی ڈھانچہ کی تعمیر ایک بہترین صورت میں مکمل ہو جائے۔ اس کا مقصد یہی جدید مفہوم تھے جو اسلامی اصول (نہ کہ قبائلی قومیت) کے مزاج سے ہم آہنگ تھے جن پر نئی حکومت کو قائم ہونا تھا، اخوت کا سب سے بڑا مفہوم بلکہ سب سے بڑا مقصد یہی تھا۔

مدینہ شہر کے لئے رسول اکرم صؐ نے بطور دستور جو صحیفہ مرتب فرمایا تھا اسے نئی حکومت کے لئے تیسری بنیاد کا درجہ حاصل تھا، یا دوسرے الفاظ میں وہ تاریخِ تمدن میں پہلے معاشرتی معاہدہ کا تیسرا رکن تھا۔

اس صحیفہ میں ایک طرف مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی حدبندی تھی، اور دوسری طرف مدینہ کی دوسری جماعتوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کا بیان، ساتھ ہی یہ کہ تمام جماعتوں کے مابین پرامن بقائے باہم کی بنیاد پر مدینہ کے حالات کا استقرار، بشرطیکہ خطرۂ دفاع میں سب شریک ہوں، اور شہر میں ہر ایک کو امن وامان سے رہنے اور معاش حاصل کرنے کا حق ہو، سب کے سب اپنے مخصوص قانون اور اہم امور سے متعلق اسلامی قانون کے پابند ہوں جن کا تعلق داخلی وخارجی سیاست کے بڑے خطوط سے ہو۔

اس دستور کی دفعات میں یہ تحدید تھی کہ نئے دین پر ایمان لانے والے مہاجرین وانصار (جو قریش اور یثرب سے متعلق ہیں) ایک الگ امت شمار کئے جائیں گے اور ان کے پیرو مجاہدین بھی انھیں کے ساتھ شامل ہوں گے۔ یہ جان لینے کے بعد کہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک لوگوں میں ایسے بدو، منافقین اور دل جیتے ہوئے لوگ بھی تھے جو عقیدہ کے بجائے اجرت کے لئے جنگ کرتے تھے ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ امت قیادت وبنیاد کی حیثیت رکھتی تھی اور اس نے نئے معاشرہ ونظام کے ساتھ سیاسی طور پر مربوط ہونے والے تمام

AsliAhleSunnet.com

لوگوں کی قیادت بھی کی، اور اس معاملہ سے نئے سیاسی ڈھانچہ کے سیاسی شہری رنگ کی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے [۱]

دستور نے اس امت کی تشکیل میں شریک قبائل اور بستیوں کی بھی تعیین کر دی تھی اور ان کے ان طور طریقوں کو باقی رکھا تھا جو مناسب تھے [۲]

اگر محض مادی لحاظ سے دیکھا جائے تو نظر آتا ہے کہ اس جماعت کے ارکان میں سے ہر ایک دستور کی پابندی سے براہ راست فائدہ اٹھا رہا تھا، چنانچہ اس سے مدینہ کے اقتصادی حالات کا سدھار ہوا، تعمیری حیثیت مضبوط ہوئی، تجارت کو فروغ ہوا، غیر مزروعہ زمینوں میں کاشت ہونے لگی اور بنجر زمینوں کی قیمت بڑھ گئی۔

اس موقع پر یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس طرح کی عظیم تبدیلی محض اس لئے ہوئی تھی کہ رسول اکرم ص انصاف کے پابند تھے، اسلام پر آپؐ کو گہرا یقین تھا، امت کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار تھے، صحابہؓ سے مشورہ فرماتے تھے۔ اور مناسب فیصلہ کو عملی شکل دینے پر پوری طرح قادر تھے [۳]

پیغمبر اسلام ص زیر سایہ زندگی کا یہ انداز تھا، اس میں آپؐ کی شخصیت کے تمام عالی و نادر افق موجود تھے، اور یہ تھا اسلامی تہذیب کا دوسرا پُر مشقت مرحلہ جس میں آلام کے ساتھ آرزوؤں کی جلوہ گری بھی تھی یعنی مرحلۂ حکومت۔

مدینہ کی اسلامی حکومت کی خارجہ سیاست:

ساتویں صدی عیسوی کی تیسری دہائی میں شدید دشمنی اور گھنی تاریکی کے

---

[۱] مقالہ از محمد عمارہ بعنوان: "محمد ص جدید عصری نقطۂ نظر سے"، ص --- ا مطبوعہ بیروت
[۲] ایضاً [۳] عالم الاسلام ص ۱۶۹

AsliAhleSunnet.com

وسط میں مدینہ منورہ ایک قوی شعلہ کی طرح نمایاں ہوا جسے جزیرہ کے اندر و باہر ہر جگہ سے نفرت و ناپسندیدگی کی تند ہوائیں گھیرے ہوئے تھیں۔

رسول اکرم ص اپنی حکیمانہ سیاست کے ساتھ مدینہ کے کینہ پرور منافقین کے ساتھ نباہ کر رہے تھے، لیکن جاہلیت کے اجنبی ماحول میں مدینہ ان تیز و تند آندھیوں کا مقابلہ کس طرح کر سکتا تھا جو جزیرہ کے چاروں طرف سے اس کے خلاف چل رہی تھیں؟

ان مخالف ہواؤں میں سب سے زیادہ قوت قبیلۂ قریش کو حاصل تھی جو نئی حکومت کے قیام پر کسی طرح خاموش رہنے کے لئے تیار نہ تھا کیونکہ اس میں اس کی زبردست شکست تھی۔

اسی وجہ سے رسولِ اکرم ص نے مدینہ پہونچنے کے بعد اپنی حکومت کو اندرونی طور پر مضبوط کیا اور اس کے بعد خارجی خطرات سے اس کو محفوظ کرنے کے لئے ہر طرح کی تدبیر اختیار کی۔

غزوات و سرایا

غزوۂ بدر سے پہلے مدینہ سے پیہم آٹھ سریّے (مہم) بھیجے گئے۔ یہ مدینہ سے نکل کر ان راستوں پر گشت کرتے تھے جو مکہ کو جاتے ہیں، اس تدبیر سے رسولِ اکرم ص نئی حکومت کو خارجی خطرات سے بچانا چاہتے تھے جن کا مکہ کے مشرکین یا مدینہ کے آس پاس کے بادیہ نشین قبائل سے اندیشہ تھا، اس سلسلہ میں آپ کے پیش نظر یہ اصول تھا کہ: حملہ دفاع کا بہترین وسیلہ ہے۔

یہ سریّے ان اہم راستوں کا رخ کرتے تھے جن سے قریش کا گذر ہوتا تھا تاکہ انھیں صورت حال سمجھ میں آسکے۔ یہ سریّے قافلوں کو کوئی نقصان نہیں

AsliAhleSunnet.com

پہونچاتے تھے، البتہ راستوں پر آباد قبائل سے مل کر ان کے ساتھ ایک طرح کا معاہدہ کر لیتے تھے تاکہ پھر قریش ان کا سہارا نہ لے سکیں۔ دس ماہ تک صرف اسی نوعیت کے فوجی مظاہرات کا سلسلہ جاری رہا اور مدینہ سے مختلف ٹولیاں اور دستے نکلتے رہے [1]

غزوات و سیر کی کتابیں متفق ہیں کہ مدینہ میں رسول اکرم ص کے قیام کی دس سالہ مدت میں سریوں کا سلسلہ برابر جاری رہا جس سے اسلامی حکومت کو داخلی امن و امان کے ساتھ ساتھ خارجی تحفظ حاصل رہا۔

اس موقع پر غزوات و سرایا کا سنہ وار تذکرہ مفید ہوگا، اس سے وہ نقشہ سامنے آسکے گا جسے ہم پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ بات واضح ہو سکے گی کہ: پیہم جہاد و بیداری حمایت و دفاع کا سب سے بہتر طریقہ ہے۔

○ ہجرت کے پہلے سال درج ذیل غزوات و سرایا پیش آئے:

۱۔ سریۂ حمزہ جو العیص کو بھیجا گیا۔

۲۔ سریۂ عبیدہ بن الحارث جو رابغ کو بھیجا گیا۔

۳۔ سریۂ سعد بن ابی وقاص جو حزار کو بھیجا گیا (حزار جحفہ کی ایک وادی کا نام ہے)

○ دوسرے سال میں یہ سرایا و غزوات پیش آئے:

۴۔ سریۂ عبداللہ بن جحش جو مقام نخلہ کو بھیجا گیا جو مکہ و طائف کے مابین واقع ہے۔

۵۔ سریۂ عمیر الخطمی جو یہود کی ہجوگو شاعرہ عصماء کے قتل کیلئے بھیجا گیا۔

---

[1] دولۃ الرسول فی المدینہ از احمد الشریف ص ۱۲۹

AsliAhleSunnet.com

۶۔ سریۂ سالم بن عمیر جو ابوعفک کے قتل کے لئے بھیجا گیا۔

۷۔ غزوۂ ودان

۸۔ غزوۂ البواط

۹۔ غزوۂ العشیرہ

۱۰۔ غزوۂ بدر اولیٰ

۱۱۔ غزوۂ بدر کبریٰ

۱۲۔ غزوۂ بنی قینقاع

۱۳۔ غزوۂ السویق

○ تیسرے سال کے سرایا و غزوات کی تفصیل یہ ہے:

۱۴۔ سریۂ قتل کعب بن الاشرف

۱۵۔ سریۂ زید بن حارثہ جو القردہ کو بھیجا گیا

۱۶۔ غزوۂ غطفان

۱۷۔ غزوۂ بحران

۱۸۔ غزوۂ احد

۱۹۔ غزوۂ حمراء الاسد

○ چوتھے سال کے غزوات و سرایا:

۲۰۔ سریۂ ابوسلمہ جو بنی اسد کی جانب بھیجا گیا

۲۱۔ سریۂ عبداللہ الجہنی جو سفیان الہزلی کی جانب بھیجا گیا

۲۲۔ سریۂ الرجیع

۲۳۔ سریۂ المنذر (بئر معونہ)

۲۴۔ غزوۂ بنی النضیر

AsliAhleSunnet.com

۲۵ - غزوۂ ذات الرقاع

۲۶ - غزوۂ بدر الآخرۃ

○ پانچویں سال کے سرایا و غزوات یہ ہیں :

۲۷ - سریۂ محمد بن مسلمہ جو بنی بکر کی جانب بھیجا گیا

۲۸ - سریۂ عکاشہ بن محصن جو الغمر میں بنی اسد کی جانب بھیجا گیا

۲۹ - سریۂ محمد بن مسلمہ جو ذی القصہ کو بھیجا گیا

۳۰ - سریۂ زید بن حارثہ جو بنی سلیم کی جانب بھیجا گیا

۳۱ - سریۂ زید جو العیص کو بھیجا گیا

۳۲ - سریۂ زید جو بنی ثعلبہ کو بھیجا گیا

۳۳ - سریۂ زید جو جذام کو بھیجا گیا

۳۴ - سریۂ زید جو بنی فزارہ کی جانب بھیجا گیا

۳۵ - سریۂ دومۃ الجندل

۳۶ - سریۂ علی بن ابی طالب جو فدک کو بھیجا گیا

۳۷ - سریہ برائے قتل ابو رافع یہودی

۳۸ - سریہ برائے قتل اسیر یہودی

۳۹ - سریۂ کرز جسے عرینیوں کے لئے بھیجا گیا

۴۰ - ارسال عمرو برائے قتل ابو سفیان

۴۱ - غزوۂ بنی لحیان

۴۲ - غزوۂ حدیبیہ

○ ساتویں سال کے غزوات و سرایا :

۴۳ - سریۂ عمر جو ہوازن کو بھیجا گیا

AsliAhleSunnet.com

۴۴ - سریۂ ابوبکر جو بنی فزارۃ کو بھیجا گیا
۴۵ - سریۂ بشیر بن سعد جو بنی مرۃ کو بھیجا گیا
۴۶ - سریۂ غالب جو مدینہ کے قریب میفعۃ والوں کیلئے بھیجا گیا
۴۷ - سریۂ بشیر جو غطفان کے لئے بھیجا گیا
۴۸ - سریۂ السلمی جو بنی سلیم کی جانب بھیجا گیا
۴۹ - غزوۂ خیبر

○ آٹھویں سال کے غزوات وسرایا یہ ہیں :

۵۰ - سریۂ غالب جو بنی الملوح کی جانب بھیجا گیا
۵۱ - سریۂ غالب جو فدک کو بھیجا گیا
۵۲ - سریۂ شجاع جو بنی عامر کی جانب بھیجا گیا
۵۳ - سریۂ کعب جو ذات الملاح کو بھیجا گیا
۵۴ - سریۂ موتہ
۵۵ - سریۂ عمرو جو ذات السلاسل کو بھیجا گیا
۵۶ - سریۂ ابو عبیدۃ الجراح جو جہینہ کی جانب بھیجا گیا
۵۷ - سریۂ ابو قتادہ جو نجد کی جانب بھیجا گیا
۵۸ - سریۂ ابو قتادہ جو بطن اضحہ کو بھیجا گیا
۵۹ - فتح مکہ
۶۰ - سریۂ ابو عامر جو اوطاس کو بھیجا گیا
۶۱ - سریۂ قیس جو صداء کو بھیجا گیا
۶۲ - سریۂ عیینہ جو بنی تمیم کی جانب بھیجا گیا

○ نویں سال کے غزوات وسرایا یہ ہیں :

AsliAhleSunnet.com

۶۳- سریہ جسے قبیلۂ طئ کے صنم کو توڑنے کے لئے بھیجا گیا۔

۶۴- سریہ جسے مسجد ضرار گرانے کے لئے بھیجا گیا۔

۶۵- غزوۂ تبوک۔

○ دسویں سال کے غزوات و سرایا یہ ہیں :

۶۶- سریۂ خالد جو نجران کو بھیجا گیا۔

۶۷- سریۂ علی جو بنی مذحج کو بھیجا گیا۔

۶۸- یمن کی جانب بھیجے گئے بعض دستے۔

○ ○ ○

ان سریوں کے نکلنے کا سلسلہ نبی ص کے مدینہ پہنچنے کے صرف چھ ماہ بعد سے شروع ہوگیا تھا جب کہ آپؐ داخلی انتظام سے فارغ ہو چکے تھے، اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا، بعض بعض سریوں کے مابین ایک ماہ سے کم کا فاصلہ تھا یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سریوں کی ایک خاص حکمت تھی، کیونکہ مسلمانوں کے خلاف افواہوں کا سلسلہ جاری تھا، اہل مکہ کی نقل و حرکت، مدینہ کے اطراف سے گزرنے والے قریشی قبائل کے شبخون یا سراغرسانی وغیرہ کے اندیشے بھی تھے۔

ان سریوں کا مقصد صرف دفاعی نہ تھا، بلکہ اس طرح دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈالنا بھی مقصود تھا جو مسلمانوں پر جارحیت کی بات سوچ سکتے تھے انھیں یہ بتانا تھا کہ مدینہ والے ہمیشہ مستعد رہتے ہیں، اسی طرح مشرکین کے قافلوں کو کھدیڑنا، خارجی محاذ کو اخلاق اور اعلیٰ اسلامی طاقتوں سے آگاہ کرنا اور اقتصادی و اسٹراٹیجی اعتبار سے سرد نفسیاتی جنگ میں مبتلا کرنا مقصود تھا، یہ سریے اسلام دشمن قبائل اور بالخصوص قریش اور ان کے حلیفوں سے

AsliAhleSunnet.com

متعلق آگاہی بھی حاصل کرتے تھے۔

○ ○ ○

پھر نتیجہ وہی ہوا جس کی توقع تھی، سرایا کی شکل میں وقوع پذیر سرد نفسیاتی اعلامی جنگ کے بعد کھلے مقابلہ اور گرم جنگ کا وقت آیا اور بدر کا عظیم معرکہ پیش آیا۔

اس فیصلہ کن لڑائی کو ہم سب سے بڑا خارجی عمل سمجھتے ہیں جس سے نئی اسلامی حکومت کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔

اس غزوہ کے واقعات و نتائج پر مستقل نظر ڈالنے سے اس کی مذکورہ حیثیت اچھی طرح واضح ہو سکے گی۔

بدر... دعوت کا انجام:

ہجرت کے دوسرے سال بدر میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی، اور تیسرے سال احد میں شکست، پانچویں سال مدینہ میں ان کا محاصرہ ہوا اور قطعی و یقینی ہلاکت سے قدرت خداوندی نے انھیں محفوظ رکھا، چھٹے سال ان کو عمرہ کرنے سے روکا گیا اور صلح حدیبیہ واقع ہوئی، جس میں بظاہر مسلمانوں کا نقصان تھا لیکن فضل خداوندی نے اسے ان کے لئے مفید بنا دیا۔

○ ○ ○

اب ان واقعات و تواریخ پر ایک تقابلی نظر ڈالنے کی ضرورت ہے، تاکہ اسلامی دعوت کیلئے بدر کا مقام اور اسکی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

AsliAhleSunnet.com

اس تقابل میں ہمارے سامنے سب سے پہلے یہ چیز آتی ہے کہ بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تھی اور احد میں شکست، اور اس تفاوت سے ہم بدر کی کامیابی کی صحیح قیمت کو سمجھ سکتے ہیں، مزید وضاحت کے لئے سطور ذیل پر غور کیجئے:

احد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی، رسول اکرم ص کے مبارک دانت زخمی ہوئے، حضرت حمزہ رض سمیت ستر مسلمان شہید ہوئے تو بھی مسلمان بحیثیت حکومت باقی رہے، مدینہ واپس آکر زخموں پر مرہم رکھا اور نئی مہم کی تیاری میں لگ گئے، بلکہ لوگوں کے اسلام میں داخلہ کا سلسلہ شروع ہو گیا، مسلمانوں نے بنی نضیر کو جلاوطن کیا، یہ سب کام غزوۂ احد کے اثرات کے باوجود انجام پذیر ہوئے۔

احد میں مسلمانوں کی حالت بدر سے قطعی طور پر مختلف تھی، اب اس مومن جماعت کے معنوی و مادی وجود کو ختم کرنا مشکل ہو چکا تھا، جس نے مدینہ کو دارالحکومت رسول اکرم ص کو قائد اور قرآن کو اپنا دستور بنا لیا تھا، لیکن بدر میں صورت حال بالکل مختلف تھی۔

بدر کا معرکہ تاریخ میں ایمان و شرک کا پہلا سنجیدہ مقابلہ تھا، مسلمانوں کی جماعت کا موقف کٹھن تھا، ان کے پاس نہ تو افراد تھے نہ سامان، ایمان کے علاوہ کامیابی کا کوئی ذریعہ نہ تھا، تمام مادی مظاہر ان کے مٹنے کے لئے آمادہ تھے، مدینہ کے بدعہد یہودی موقع کے منتظر تھے، مکہ کے قریشیوں کو اپنی طاقت کا غرور تھا، وہ یہ سوچتے تھے کہ ایک دن محمد (ص) کو آبائی دین کے خلاف بغاوت کا مزہ ضرور چکھنا ہو گا۔

عبداللہ بن ابی کی قیادت میں منافقین بھی شک و شبہ کا ماحول پیدا

AsliAhleSunnet.com

کر رہے تھے، اور یہ تصور پھیلا رہے تھے کہ مسلمانوں کی نوخیز طاقت کو لامحالہ ختم ہوتا ہے، اور سب پر مزید یہ کہ انصار کی قربانیوں کے باوجود مہاجرین کا مدینہ میں یہ حال تھا کہ زندگی کی ابتدائی ضرورتوں کے لئے بھی وہ بڑی توجہ کے محتاج تھے، اور مکہ کے بعد مدینہ میں دعوت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے انھیں استقرار وترقی کی ضرورت تھی۔

انصار کا حال یہ تھا کہ مدینہ سے باہر کسی معرکہ میں شرکت ان کے لئے ضروری نہ تھی، کیونکہ رسول اکرم ص کے ساتھ ان کی بیعت میں مدینہ سے باہر جنگ کا ذکر نہ تھا، صرف یہ وضاحت تھی کہ مدینہ میں اپنے بال بچوں کی طرح وہ رسولِ اکرم ص کی بھی حمایت وحفاظت کریں گے، لیکن مدینہ سے باہر جنگ کا معاملہ ایک ایسا مرحلہ تھا جسے تمہید کی ضرورت تھی بلکہ بیعت کے شرائط میں تبدیلی کے بعد ہی ایسا ممکن تھا۔

ان تمام چیزوں کے بعد خود بدر کے حالات کا درجہ آتا ہے، بدر میں مسلمان لڑائی کے لئے نہیں نکلے تھے، بلکہ قریش کے اس تجارتی قافلہ پر قبضہ مقصود تھا جسے لے کر ابوسفیان شام سے مکہ جارہا تھا، اس قافلہ پر قبضہ کا ارادہ مسلمانوں نے اپنے ان اموال وجائداد کے عوض کیا تھا جن پر قریش نے ہجرت کے وقت زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔

مادی تیاری سے قطع نظر مسلمانوں کی طبیعت اس لڑائی کے لئے آمادہ نہ تھی، اور اس کے سبب کی جانب ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔

اس طرح ہم دیکھ سکتے ہیں کہ بدر میں اگر فتح نہ ہوتی تو پھر مسلمانوں کی تباہی یقینی تھی۔ اسلام کی دعوت کا دارومدار اگر انسانی تدبیر پر ہوتا تو چاہِ بدر میں یہ ہمیشہ کے لئے ڈوب چکی ہوتی، اور مسلمان بدر کی وادی میں اس

AsliAhleSunnet.com

طرح ناکام ہوتے کہ پھر تاریخ میں کبھی سر اٹھانے کے قابل نہ ہوتے ۔

رسول اکرم ص نے اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی عاجزانہ دعا مانگی تھی اور یہ فرمایا تھا :

اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض ۔	اے اللہ ! مسلمانوں کی یہ جماعت اگر ہلاک ہو جائے گی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہو سکے گی ۔

○ ○ ○

ہماری تہذیب جن بنیادوں پر قائم ہے ان میں سب سے نمایاں بنیاد ایک اہم اصول ہے جو بدر میں مستحکم ہو کر فتح کا باعث بنا ، اور احد میں اسے رسول اللہ ص کے عمل اور وحی سے استحکام حاصل ہوا لیکن لڑائی کا نتیجہ الٹا ہوا ، چنانچہ رسول اللہ ص مدینہ کے اندر رہ کر لڑنا چاہتے تھے ، لیکن لوگوں نے باہر نکلنے کا مشورہ دیا ۔ . . . اور یہ اصول شوریٰ کا اصول ہے ۔

اصول اصول ہے ، یہی ہمارے مذہب کی تعلیم ہے ، اور تاریخ کا ہر اصول کسی نہ کسی آزمائش کا شکار ہوتا ہے اور اسے مدوجزر کے عوامل کا سامنا ہوتا ہے ، یہ چیز بسا اوقات غلط تطبیق سے پیدا ہوتی ہے ۔ بہتوں کے اصول تجربہ کی زد میں آتے ہی چکنا چور ہو جاتے ہیں ۔

لیکن اسلام میں اصول ایک ہی ہے ، اس کی تقسیم یا اس میں تبدیلی ممکن نہیں ، اور اس اصول کا غلبہ ضروری ہے خواہ تجربات کے جھٹکے جیسے بھی ہوں ۔

بدر ہی میں اسلام کی پہلی مجلس جنگ کا انعقاد ہوا اس مجلس میں

AsliAhleSunnet.com

اسلامی فوج کے قائد رسول اکرم ص نے فوج میں شریک مہاجرین وانصار کو مخاطب کرکے فرمایا :

اشیروا علیّ ایھا الناس۔ لوگو ! مجھے مشورہ دو۔

اس مشورہ میں انصار کی رائے کو اہمیت حاصل تھی۔ سعد بن معاذ نے سمجھ لیا تھا کہ "لوگوں" سے انصار ہی مراد ہیں، کیونکہ فوج کا بڑا حصہ انھیں پر مشتمل ہے، اور مدینہ سے باہر لڑائی کا مسئلہ انھیں کے حق میں غیرواضح ہے، اس لئے ممکن ہے ان کے دل میں کوئی بات ہو۔ مجلس میں جب مہاجرین بول چکے تو حضرت سعد نے انصار کی جانب سے گفتگو کی۔

حضرت سعد نے اس موقع پر جو کچھ کہا اسے شاہکار کلام کا درجہ ملا، انھوں نے رسول اکرم ص سے مخاطب ہو کر اپنے جواب میں اس حتمی نتیجہ کا ذکر فرمایا جسے سوچا تھا اور کہا :

"ہم آپ پر ایمان لائے، آپ کی تصدیق کی، آپ کی لائی ہوئی دعوت کے برحق ہونے کی گواہی دی اور سمع وطاعت کا عہد کیا، اب آپ اپنے ارادہ کو عملی شکل دیجئے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر ہمیں لے کر آپ سمندر پر پہنچیں اور پانی میں اتر پڑیں تو ہم میں سے کوئی پیچھے نہیں رہے گا، ہم دشمن کے مقابلہ کو ناپسند نہیں کرتے، لڑائی میں صبر کرتے ہیں اور مقابلہ کے وقت سچے ثابت ہوتے ہیں، اللہ سے امید ہے کہ ہمارے رویہ سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، آپ اللہ کی برکت پر چل پڑئیے۔"

حضرت ابوبکر رض، عمر رض اور مقداد بن عمرو کی گفتگو کے بعد رسول اکرم ص کے دل پر حضرت سعد رض کی بات کا بہت اثر ہوا، بالخصوص حضرت مقداد کی

AsliAhleSunnet.com

بات کے بعد جس میں سچے ایمانی لہجہ میں ایک مخلص مسلمان کی حیثیت سے انھوں نے کہا :

"یا رسول اللہ ! اللہ کے حکم کو کر گذریئے ، ہم آپؐ کے ساتھ ہیں ، موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل نے جواب دیا تھا کہ : آپ اپنے رب کے ساتھ جا کر لڑیئے ، ہم یہیں بیٹھے ہیں ۔ ہم آپؐ کو یہ جواب نہ دیں گے ، بلکہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ آپؐ اپنے رب کے ساتھ لڑائی کے لئے چلئے ، ہم بھی آپؐ کے ساتھ دشمنوں سے لڑیں گے ۔ بخدا اگر آپؐ ہمیں لے کر برک غماد (حبشہ کا ایک شہر) تک چلیں تو آپؐ کے ساتھ چلیں گے ۔ "

رسول اکرم ص کو لڑائی کے اختیارات سونپنے کے بعد یہ مجلس ختم ہو گئی ، اس تفویض میں کوئی زبردستی نہ تھی ، اس کا محرک مسلمانوں کا ایمان تھا ، یہ ایسی شکلی تفویض نہ تھی جس سے پہلے فیصلہ کر لیا گیا ہو اور لوگ صرف دستخط کر دیں یا تالیاں پیٹ دیں ۔ احد میں رسول اکرم ص نکلنے کے مخالف ہوتے ہوئے نکلے تھے ، اور جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو وحی کے ذریعہ آپؐ کو مشورہ لینے کی تاکید کی گئی ۔

لڑائی میں خبر اور سراغرسانی کی خاص اہمیت ہے ۔ صحیح معلومات کو اکٹھا کرنا ضروری ہوتا ہے ، اس مہم کے لئے ایسے مخلص افراد کا انتخاب کیا جاتا ہے جو اصول پسندی اور اخلاق میں ممتاز ہوں ، ورنہ سراغرسانی کا منصب بربادی کا باعث بن جائے گا اور قوم اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے نقصان میں پڑ جائے گی ۔

سراغرسانی کی یہ اہمیت رسول اکرم ص کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھی ، چنانچہ آپؐ نے شام کے وقت حضرت علی رض ، زبیر رض اور سعد رض بن ابی وقاص کو حالات

AsliAhleSunnet.com

کے اندازہ کے لئے بھیجا، یہ لوگ نکلے تو ایک جگہ حجاج کے دو بیٹوں کے غلام "اسلم" اور بنی العاص بن سعید کے غلام "عریض ابو یسار" کو پایا، ان کو لے کر رسول اللہ (ص) کے پاس آئے، پوچھنے کے بعد دونوں نے بتایا کہ ہم قریش کے سقا ہیں انھوں نے ہمیں پانی کے لئے بھیجا تھا، لوگوں نے اس جواب کو پسند نہ کیا اور اندیشہ ظاہر کیا کہ یہ ابوسفیان کے آدمی ہیں، پھر انھیں مارنے لگے، جب سختی بڑی تو دونوں نے کہا کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں، تب لوگوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ص نے دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا کہ: جب انھوں نے صحیح بات کہی تو تم نے انھیں مارا، اور جب جھوٹ بولے تو چھوڑ دیا، وہ قریش ہی کے آدمی تھے، پھر رسول اللہ ص نے ان سے قریش کے ٹھکانے اور ان کی تعداد سے متعلق سوال کیا، انھوں نے تعداد نہیں بتائی، لیکن رسول اکرم ص نے ذبیحوں کی تعداد سے اسے معلوم کر لیا، پھر اشراف قریش کے بارے میں سوال فرمایا [1]

رسول اکرم ص نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو بھیجا، قریش کے حالات معلوم کرنے کے لئے یہ بدر پہنچے اور پانی سے قریب ایک ٹیلے کے پاس اونٹوں کو بٹھایا، انھوں نے دو لڑکیوں کو بات کرتے ہوئے سنا، ایک دوسری سے کہہ رہی تھی کہ تجارتی قافلہ کل یا پرسوں آئے گا، میں ان کا کام کر کے تمھارا حق ادا کر دوں گی۔ یہ سن کر بسبس اور عدی یہ جان گئے کہ ابوسفیان کل اس جگہ قیام کے لئے پہونچے گا۔

اس طرح بدر کے موقع پر محکمۂ سراغرسانی نے اپنا فرض حسن و خوبی سے انجام دیا۔

---

[1] تاریخ طبری (۲ھ کے واقعات)

AsliAhleSunnet.com

محاذ کی دوسری جانب مختلف قبیلوں کے کینہ پرور لوگ اکٹھا تھے۔ جنھیں نسلی اشتراک اور گمراہ و باطل قدیم مذہب کی پرستش نے یکجا کر دیا تھا۔

اس جتھے میں ابوسفیان بھی تھا، جسے سب سے زیادہ یہ بات کھلتی تھی کہ بنی ہاشم میں رسول پیدا ہوا اور اس طرح ان کا پلہ بنی امیہ سے بڑھ جائے۔ قبائلی و قومی تصور کا یہی انداز تھا، ابوسفیان اپنی ثقافتی و معاشرتی حیثیت کے سہارے یہ نہ سوچ سکا کہ اس مذہب کی تہذیب کا روئے سخن پوری انسانی آبادی کی جانب ہے اور اسے خدا نے نازل فرمایا ہے۔ اسے بھی قوم پرستوں کی طرح مسئلہ کا صرف ذاتی و قبائلی رخ نظر آتا تھا، یا قبائلی و قومی پردہ کے پیچھے الحاد اور تکبر و اقتدار کے رجحانات پوشیدہ تھے۔

بہر نوع اس موقع پر غیر اسلامی عرب قومیت پورے وزن کے ساتھ نمایاں تھی۔ رسول اکرم ص نے اسی لئے فرمایا تھا کہ:

هذه مكة قد ألقت اليكم أفلاذ كبدها۔ مکہ نے اپنے جگر پاروں کو تمھارے سامنے ڈال دیا ہے۔

اس میدان میں ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ و شیبہ، ابوالبختری بن ہاشم، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل اور امیہ بن خلف سبھی نکل آئے تھے

عتبہ نے جب کوشش کی کہ بدر میں اپنے ساتھیوں کے جاہلانہ جذبات کو ٹھنڈا کر کے مکہ واپس لوٹا دے اور لوگ محمد ص اور ان کے اصحاب کے معاملہ کو دیگر عرب قبائل اور اشخاص پر چھوڑ دیں تو "جاہلی قومیت" کے زعیم ابوجہل نے اسے برا بھلا کہنا شروع کیا۔ پھر ابوجہل نے اپنے ساتھی مشرکین سے کہا:

"ہم واپس نہ ہوں گے، بلکہ بدر تک جائیں گے اور وہاں تین روز ٹھہر کر

AsliAhleSunnet.com

اونٹ ذبح کریں گے، گوشت کھائیں گے، شراب پییں گے، لونڈیوں کے گانے سنیں گے۔ اور عرب قبائل ہمارے اس کارنامہ کو سن کر ہمیشہ ہم سے ڈریں گے"۔

یہاں ابوجہل کا شعار وہی تھا جو جاہلی تحریکوں اور غیر اسلامی قومیتوں کا ہوتا ہے، یعنی فخر و غرور، شراب نوشی اور رقص و سرود وغیرہ۔

اس طرح بدر کا مقابلہ اسلام اور مسلمانوں کا امتحان تھا جس کے نتیجہ میں انسانیت کو ایک نیا رخ اور اچھی ابتداء نصیب ہوئی اور قبائلی تسلط، نسلی امتیاز اور طبقاتی دور کا خاتمہ ہوا۔

بدر میں نئی تہذیب نے ایک انتہائی عمدہ مثال قائم کی، چنانچہ حضرت بلال رضؓ نے جو اسلام سے قبل غلام تھے، اپنے آقا امیہ بن خلف کو جنگ میں قتل کیا۔

اس واقعہ سے اقدار کے عالمی معیار کی تبدیلی ظاہر ہوئی، اور ایک ایسے دور کا آغاز ہوا جس میں اعلیٰ اقدار ہی کو بلندی حاصل ہوتی ہے خواہ وہ غلام میں ہوں یا آقا میں۔

بدر کا معرکہ مسلمانوں کے لحاظ سے فتح و شکست کا احتمال نہیں رکھتا تھا، بلکہ اس کا تنہا نتیجہ ایک فیصلہ کن کامیابی تھی جس سے مشرکانہ نفسیات کو ذلت اور اسلامی نفسیات کو عزت ہاتھ آئی۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فتح کا قطعی وعدہ کر لیا تھا:

وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ۔
اور (یاد کرو) جب خدا نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ دو[۲] جماعتوں میں سے ایک پر تم کو ضرور ہی غلبہ ہوگا۔

اور اسی لئے فرشتے آئے:

اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ
میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے جو پے

AsliAhleSunnet.com

الملٰئکۃ مردفین۔ درپے پہنچیں گے، مدد دوں گا۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مسلمانوں کی کوشش سے معرکۂ بدر نے اسلامی تاریخ میں ایک نئی پیش قدمی کا دروازہ کھول دیا جس سے مستحکم اسلامی حکومت قائم ہوئی اور اس نے جہاد میں کامیابی حاصل کرکے دشمنوں کو سرنگوں کیا۔

بدر سے خندق تک:

غزوۂ بدر اور غزوۂ خندق کی درمیانی مدت میں اسلام کی نئی حکومت کو ان تمام حالات کا سامنا کرنا پڑا جو کسی قوم کو اپنی بنیاد کی استواری کے مرحلہ میں پیش آتے ہیں۔

غزوۂ بدر کے نتیجہ کے طور پر اسلامی حکومت کو کچھ "داخلی جھٹکوں" سے گذرنا پڑا، کیونکہ یہود اور ان کے حلیف منافقین کو مسلمانوں کی تقویت سے اندیشے لاحق ہوئے جنھوں نے بدر میں اپنا وجود ثابت کرکے "حقیقی قوت" کی حیثیت حاصل کرلی تھی۔

اسی جھٹکے کے نتیجہ میں بنو قینقاع کے سات سو افراد کی جلاوطنی عمل میں آئی جن کے لئے منافقین کے سردار ابن سلول کی سفارش تھی، یہ سب شام چلے گئے اور وہاں اکثر ہلاک ہوئے۔

بنو قینقاع کی جلاوطنی سے جاہلی دور کی ایک عظیم روایت کا خاتمہ ہو گیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ اسلام کے سوا کسی اور دین سے وفاداری کا کوئی معنی نہیں، اس طرح جاہلیت میں بعض انصاریوں کے ساتھ بنو قینقاع کے جو روابط تھے وہ ٹوٹ گئے، اور حضرت عبادہ بن ثابت نے مسلمانوں کے ساتھ

AsliAhleSunnet.com

ان کی غداری کے بعد ان سے برارت کا اظہار کر دیا، جس سے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :

یا یھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری أولیاء، بعضھم اولیاء لبعض، ومن یتولھم منکم فانہ منھم. (سورۃ المائدۃ ۵۱)

مسلمانو ! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ سمجھا کرو، یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں، جو ان سے دوستی لگا دے گا وہ انھیں میں سے ہوگا :

اسی طرح امت اسلامیہ کو بدر و خندق کی درمیانی مدت میں کچھ خارجی جھٹکوں کا بھی سامنا کرنا پڑا جن سے عقیدہ کی بنیاد پر تعمیر ہونے والی ہر حکومت کو سابقہ پڑتا ہے۔

بڑی دعوتیں جب اپنا سفر شروع کرتی ہیں تو اس میں مد و جزر بھی آتا ہے اور انھیں قانون قدرت کی پابندی بھی کرنی پڑتی ہے۔ اسلامی دعوت اپنے تمام مراحل میں اس اصول کی پابند نظر آتی ہے۔

اسلام کی نوخیز حکومت کو سب سے بڑا جھٹکا احد کے موقع پر لگا تھا، اس غزوہ میں ستر مسلمان شہید ہوئے، یہ تعداد اسلامی فوج کا دس فیصد تھی، اور مشرکین کی تعداد اور ان کا ساز و سامان مسلمانوں سے چوگنا زیادہ تھا اسی غزوہ میں سید الشہدا حضرت حمزہ، اسلام کے اولین سفیر حضرت مصعب، انس بن نضر، ایاس بن عدی، مالک بن ایاس اور دوسرے مجاہدین شہید ہوئے، اور اسی میں رسول اکرم ص اور دوسرے صحابہ رض کو زخم لگے۔ امت کے لئے احد کا میدان ایک مدرسہ تھا جہاں اسے بہت سے سبق ملے :

AsliAhleSunnet.com

سب سے اولین سبق یہ ملا کہ نبی اور قائد کی مطلق اطاعت ضروری ہے، بعض تعلیمات کو تسلیم کرنے اور بعض کو نظر انداز کرنے کا کوئی معنی نہیں ورنہ ناکامی و شکست سے بچنا ممکن نہیں۔

امت کو دوسرا سبق یہ ملا کہ صحیح قیادت کا مفہوم یہ نہیں کہ طویل و دل پسند نعرے لگیں اور تقریریں ہوں اور ریاست کے اسٹیج سے جنگ کا اعلان کیا جائے . . . . بلکہ صحیح قیادت وہ ہے جو امت سے متعلق رہے، اسے یہ یقین ہو کہ اس کا مستقبل امت کے مستقبل سے مربوط ہے، اسے صرف اپنی ذات کا لالچ نہ ہو۔ ایسی قیادت ہمیشہ اگلی صفوں میں رہے گی اور اسے انھیں حالات کا سامنا ہو گا جن سے عام مجاہدین دوچار ہوں گے۔

اس غزوہ سے امت اسلامیہ اور اسی طرح پوری انسانیت کو محبت کا ایک نیا رنگ معلوم ہوا جس سے اب تک کا انسانی تعلق نا آشنا تھا، چنانچہ لڑائی کے دوران جب صورت حال نازک ہوئی تو رسول اکرم ص کے اردگرد سات انصاری مجاہدین اکٹھا ہو گئے اور ہر ایک نے آپؐ کے لئے اپنی جان کی قربانی کا عہد کر لیا اور اسی جگہ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

ابو طلحہ نے رسول اکرم ص کے لئے خود کو ڈھال بنا دیا، ابو دجانہ نے بھی یہی کیا، جتنے تیر آتے تھے سب ان کی پشت پر لگتے تھے لیکن ان کو کوئی پرواہ نہ تھی۔

ایک انصاری عورت کا باپ، شوہر اور بھائی سب احد میں شہید ہو گئے اور اسے اس کی خبر ملتی گئی۔ لیکن اس نے ہر بار رسول اکرم صؐ کے متعلق دریافت کیا اور جب جنگ کے خاتمہ پر آپؐ کا روئے مبارک دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھی :

AsliAhleSunnet.com

یا رسول اللہ۔ کل مصیبۃ بعدک جلل — اللہ کے رسول! آپؐ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔

امت کو یہ بھی سبق ملا کہ فتح و کامیابی کا حقیقی مصدر ساز و سامان اور تعداد نہیں، بلکہ ان دونوں کی موجوگی کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فتح حاصل ہوتی ہے، اللہ سے امید کبھی ختم نہ ہونی چاہیئے، نہ یہ احساس پیدا ہونا چاہیئے کہ اس کی مدد کی ضرورت نہیں۔

جو لوگ "ٹکنالوجی،، یا درآمدی ہتھیار کی کمی کے دھوکہ میں ہیں، تاریخی حقائق ان کی تکذیب کرتے ہیں، کیونکہ بارہا ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ تھوڑی تعداد اور معمولی ساز وسامان والی فوج نے بڑی فوج کو پیس کر رکھدیا۔

نوخیز امت کو یہ سبق بھی ملا کہ رسول اکرم ص کے ساتھ جذباتی و شخصی تعلق سے زیادہ رسالت اور اس کی قدروں کے ساتھ اس کا تعلق ضروری ہے۔ (انقلابی زعامت کے دعویدار منافقین و دجال اشخاص کے ساتھ امت کے تعلق کی حیثیت کا اس سے اندازہ ہوسکتاہے) قرآن کریم میں اسی بات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیاہے:

وما محمد الا رسول، قد خلت من قبلہ الرسل، افئن مات أو قتل انقلبتم علی اعقابکم؟ ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا. آل عمران ۱۴۴

محمد (ص) اللہ کے صرف رسول ہیں، ان سے پہلے کئی رسول ہو گزرے ہیں، اگر وہ مر جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم دین سے پھر جاؤ گے؟ جو کوئی دین سے پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا۔

امت کو یہ سبق بھی ملا کہ زندگی کے سفر اور تعمیر کے مرحلہ میں فتح و شکست کو ان کے صحیح مقام پر رکھنا چاہیئے، اگر فتح حاصل ہو تو اس کے نتیجہ میں گمنامی،

AsliAhleSunnet.com

سپردگی اور فریب خوردگی کا مرض نہ پیدا ہو، اور اگر شکست سے دوچار ہونا پڑے تو اپنی قدروں کو چھوڑ کر دشمن کی گود میں نہ جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر، فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا، واللہ یحب الصابرین۔ (آل عمران ۱۴۶)

بہت سے اللہ والے لوگ کئی نبیوں کے ساتھ ہو کر لڑتے رہے، پھر نہ تو خدا کی راہ میں تکلیف پہنچنے سے ہارے اور نہ سست ہوئے اور نہ دبے، اور اللہ صابروں سے محبت کرتا ہے۔

اور یہ سبق بھی ملا کہ شوریٰ کا قانون کسی معاملہ کی کامیابی اور دوسرے کی ناکامی سے مربوط نہیں، بلکہ یہ ایک قاعدہ اور اصل ہے، خواہ بعض اوقات اس کے برے ہی نتائج ظاہر ہوں۔

اور جب مشورے کے بعد فیصلہ کرنے کا مرحلہ آئے تو اس کے بعد پیچھے ہٹنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔

قرآن نے شکست کے بعد اسی قاعدہ کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

وشاورھم فی الامر۔ آپ ان سے اپنے کام میں مشورہ لیا کریں۔

اسی طرح رسول اکرم ص نے جنگی لباس زیب تن فرمانے کے بعد مدینہ میں ٹھہر کر مدافعت کی رائے کو رد کرتے ہوئے ایک دوسرے قاعدہ کی جانب اشارہ فرمایا:

ماینبغی لنبی لبس لأمتہ أن یضعھا حتی یقاتل۔ نبی کے لئے مناسب نہیں کہ جنگی لباس پہن کر لڑنے سے پہلے اسے اتار دے۔

AsliAhleSunnet.com

مذکورہ دونوں قاعدے ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، ایک میں لڑائی کا فیصلہ ہے جو امت کا حق ہے۔ اور دوسرے میں لڑائی کی تیاری ہے۔ جو قائد کا فرض ہے۔

غزوۂ احد کے ساتھ دوسرے دو واقعات شامل ہیں جن کا مسلمانوں کے دلوں اور دعوت کی پیش رفت پر خاص اثر ہے:

پہلا واقعہ ہجرت کے تیسرے سال (احد کا سال) بعض مسلمانوں کی شہادت کی صورت میں پیش آیا، جو "یوم الرجیع" سے معروف ہے۔ رسول اللہ ص نے عاصم بن ثابت، مرثد بن ابی مرثد، خبیب بن عدی، عبداللہ بن طارق اور زید بن دثنہ وغیرہ کو تبلیغ کے لئے بھیجا، راستہ میں قبیلۂ ھذیل کی شاخ بنولحیان نے انھیں شہید کردیا اور زید وخبیب کو قریش کے ہاتھوں فروخت کردیا، قریش نے بھی ان دونوں صحابیوں کو شہید کردیا۔ خبیب ہی نے ان کے ہاتھوں اپنی موت کے بارے میں کہا تھا:

ولست ابالی حین اقتل مسلما

علی أیّ جنب کان فی اللہ مصرعی

(جب میں اسلام پر مر رہا ہوں تو پرواہ نہیں کہ کس کروٹ موت آتی ہے۔)

اور زید کو جب قتل کے لئے لایا گیا تو ابوسفیان کے سوال کے جواب میں انھوں نے فرمایا تھا:

"بخدا مجھے گوارا نہیں کہ محمد ص کو ان کی جگہ کوئی کانٹا بھی چبھے اور میں اس کے عوض اپنے اہل وعیال میں رہوں۔"

دوسرا واقعہ "بئر معونہ" کا ہے جس میں ستر بہترین مسلمان شہید کردئیے گئے تھے، یہ لوگ عامر بن مالک (ملاعب الاسنتہ) کی خواہش اور ضمانت پر

AsliAhleSunnet.com

نجد میں اسلام کی تبلیغ کے لئے مدینہ سے بھیجے گئے تھے، بنو سلیم کے بعض قبائل نے ان پر حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا۔

مستحکم حکومت:

مذکورہ خارجی جھٹکوں سے اسلامی دعوت کے پھیلاؤ میں کوئی کمی نہیں آئی، بلکہ یہ جاہلی زندگی کی تاریک رات میں اپنا سفر اسی طرح طے کر رہی تھی جس طرح سورج کی شعاعیں صبح کی طرف بڑھتی ہیں۔

قدرت کا یہی فیصلہ تھا، البتہ فضا کبھی کبھی ابر آلود ہو جایا کرتی تھی۔ مسلمانوں کو جب بھی کوئی معاملہ پیش آتا تو وہ رسول اکرم ص کے زیر سایہ امن و سکون حاصل کرتے اور آپؐ کی رضا سے اپنے دلوں کو مطمئن کرتے۔

نبی ص کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر مکمل اطمینان تھا، اور آپؐ اسی بنیاد پر ہر کام کرتے تھے۔

غزوۂ بدر کے بعد والے ۲ دو سال خاص طور پر صبر آزما تھے، لیکن نبوت کے خوشگوار سایہ نے ان مشکلات کو ایک خوبصورت مفہوم دے دیا تھا جس سے برسر جہاد اسلامی معاشرہ کی پوری زندگی متاثر تھی، اب یہ مشکلات حقیقی فتح کی صورت اختیار کر چکی تھیں اور نئی حکومت کو ان سے تقویت حاصل ہو رہی تھی۔

مکالمہ کی مستحق حکومت:

اب مدینہ ایک خالص اسلامی جزیرہ میں تبدیل ہو چکا تھا جس میں کوئی ایسی جماعت موجود نہ تھی جو ممتاز قوت کی حیثیت سے اسلامی جماعت

AsliAhleSunnet.com

کے خلاف کھڑی ہو سکے۔

مدینہ کے اندر یہود کو نمایاں طاقت کی حیثیت حاصل تھی، اور ان کا خطرہ صرف ان کے نمایاں وجود میں مضمر نہ تھا، بلکہ تاریخ کے ہر دور میں ان کی معروف طبیعت میں وہ خطرہ پوشیدہ تھا۔

مدینہ میں مسلمانوں کی حکومت کے قیام کے فوراً بعد ہی سے صلحنامہ موجود ہوتے ہوئے بھی یہود اس نئی مسلم جماعت کے ساتھ نامناسب مکالمہ پر آمادہ نظر آتے تھے۔

مکالمہ تو ہر ایک کا حق ہے بشرطیکہ اس کا مقصد حقائق کا اظہار اور حق تک رسائی ہو۔

لیکن مکالمہ میں یہود کا اسلوب ہر دور میں تخریب پسندانہ اور اشتعال انگیز تھا، اس کا دار و مدار جھوٹ اور "میکیاویلی" انداز پر ہوتا تھا۔

انھوں نے رسول اکرم ص سے متعلق توراۃ کی عبارتوں کو بدل ڈالا تھا یا دانستہ اس کو چھپاتے تھے، اور یہ کام بامقصد اور شریفانہ اصول مکالمہ کے بالکل خلاف تھا۔

قرآن کریم نے یہود کے ساتھ مکالمہ کے لئے ایک باوقار اسلوب اختیار کیا تھا تاکہ ان میں خوف کا احساس نہ پیدا ہو، اس نے ان کے صحیح اور سچے مقام کو بھی تسلیم کیا، ان کی تعریف کی، "بنی اسرائیل" (عبداللہ یعنی یعقوب) کی اولاد کہہ کر ان کو مخاطب کیا۔

لیکن بعض مخلص یہودی عالموں کو چھوڑ کر بقیہ تمام یہودیوں نے اس کے مقابلہ میں غلط مخالفت اور تحریف و تشہیر کا موقف اختیار کیا، محمد ص کے اوصاف و خصائص کا انکار کیا اور اس معاملہ میں فکری و عملی طور پر بت پرستوں

AsliAhleSunnet.com

کا ساتھ دیا جو تمام مذاہب کے منکر تھے۔

بلکہ یہ بھی ہوا کہ حارث بن زید نے ان سے کہا کہ: آؤ توراۃ کو حکم مان لیں لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ ان میں سے بعض اسلام کا اعلان کر کے پھر اس سے پلٹ جاتے تھے تاکہ اسلام کی تنقیص کریں اور یہ تاثر دیں کہ وہ غلط مذہب ہے۔

فکری دشمنی اور اصولِ گفتگو کی خلاف ورزی میں یہ اس قدر آگے بڑھے کہ قرآن کریم کی بعض آیتوں میں تحریف کر بیٹھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو محفوظ رکھا اور ان کی تحریف کا پردہ فاش کر دیا۔ پھر قرآن کے معانی کی تاویل کی کوشش کی تاکہ ان کی خواہشات کے مطابق بن سکے۔

اس طرح کی فکری لڑائی کے ساتھ ساتھ یہ خفیہ سازش میں بھی لگے رہتے تھے، اور کوشش کرتے تھے کہ اوس و خزرج کے مابین دورِ جاہلیت کی منافرت کو پھر زندہ کریں۔ یہود کی ان سازشوں اور مخاصمانہ رویہ کے بعد ان کے ساتھ مصالحانہ زندگی یا امن کے معاہدہ کا کوئی سوال نہ تھا۔

رسول اکرم ص نے ان کے ساتھ صلح کا جو معاہدہ تحریر فرمایا تھا اس کو انھوں نے بے معنی و بے تاثیر بنا دیا تھا، اس لئے ان کے ساتھ کسی نئے معاہدہ کی گنجائش نہ تھی۔

رسول اکرم ص سے زیادہ بااخلاق کون تھا؟

اور آپ ص کے معاہدہ سے زیادہ منصفانہ معاہدہ کس کا ہو سکتا ہے؟ تاریخی طور پر یہ ثابت نہیں ہو رہا تھا کہ یہود کے برتاؤ اور ذہنیت میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔

ان خیانت پسندوں کے ساتھ کسی حاکم کا صلح کرنا تاریخی لحاظ سے

AsliAhleSunnet.com

غفلت وجہالت کا ہم معنی تھا۔

ان کے ساتھ کوئی مرحلہ وار صلح ہو سکتی تھی۔

شکست، خوف اور ناکامی کی حالت میں صلح ہو سکتی تھی۔

لیکن یہ تصور کہ یہود صلح اور مستقل منصفانہ امن کے اہل ہیں خراب ترین تعبیر کا مستحق ہے۔

نبوت کے پرتو سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے، اور اس سے وہی لوگ مستفیض ہو سکتے ہیں جنھیں خالص حق کی تلاش ہے۔

جنگ وفتح کی قدرت:

یہود اور مسلمانوں کے مابین باہمی کشمکش کا ابتدائی مرحلہ بنو قینقاع کی جلاوطنی سے ختم ہو گیا تھا۔

مدینہ کے اندر جغرافیائی اعتبار سے بنو قینقاع سب سے زیادہ مؤثر تھے، ایک مسلمان خاتون کی عزت پر حملہ کی جرأت اور رسول اکرم ص کے حق میں تہدید آمیز کلمات کے ذریعہ اشتعال کے بعد ان کی جلاوطنی عمل میں آئی تھی۔

غزوۂ احد، رجیع اور بئر معونہ کے واقعات سے جو بدر کے بعد رونما ہوئے تھے، مخالف قوتوں کی جلاوطنی میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوئی، چنانچہ بنو قینقاع کی جلاوطنی کے بعد بنو نضیر کی جلاوطنی عمل میں آئی۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو پیش آنے والے جھٹکوں سے بنو نضیر کے یہودیوں کی ہمت بڑھ گئی تھی اور وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر رسول اکرم ص کو قتل کرنے کی سازش کرنے لگے تھے، اس سلسلہ میں انھوں نے عمر بن جحاش کو ایک گھر کی چھت سے رسول اللہ ص پر پتھر گرانے کے لئے مامور کیا تھا۔

AsliAhleSunnet.com

لیکن رسول اللہ ص کو ان کی سازش کا حال معلوم ہو گیا اور آپ ان کو کچھ بتائے بغیر واپس چلے آئے، پھر ان کے پاس محمد بن مسلمہ اوسی کو بھیج کر یہ آگاہی دی کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا معاہدہ ختم کر دیا گیا اور وہ مدینہ سے نکل جائیں۔

پورے مدینہ کی اسلام دشمن طاقتوں کے سروں پر یہ خبر بجلی بن کر گری، کیونکہ بنو نضیر کی مدینہ سے جلاوطنی کا صاف معنی یہ تھا کہ اس پر مسلمانوں کا پورا قبضہ ہو جائے۔

منافقین کو یہ خبر سننے کے بعد یہ محسوس ہوا کہ اب رسی ان کی گردن سے قریب آرہی ہے، چنانچہ منافقوں کے لیڈر عبد اللہ بن ابی بن سلول نے بنو نضیر کو سرکشی پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن رسول اکرم ص پہلے ہی سے محتاط تھے، اس لئے دشمنوں کو آپس میں ملنے کا موقع نہیں ملا اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے بنو نضیر کے بہادرانہ محاصرہ کو دیکھ کر رعب پیدا ہو گیا، مسلمانوں نے ان کے گھروں کو جلا دیا، کھجور کے درخت کاٹ دیئے اور عبرتناک سزا دی۔

بنو قینقاع اور بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد مدینہ کی حیثیت "اسلامی جزیرہ" کی ہو گئی جس میں اسلام کا بول بالا تھا۔

اس واقعہ کے بعد اسلام دشمن طاقتوں کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ داخلی محاذ کو اکسا کر مدینہ کے ساتھ کشمکش کا ماحول پیدا کرنا ایک ناکام طریقہ ہے، اس لئے اب دوسرا انداز اختیار کرنا چاہیئے جس میں کھلے طور پر براہ راست لڑائی ہو۔

اس خیال کی عملی تصویر غزوۂ احزاب کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ اس

AsliAhleSunnet.com

غزوہ میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد یہ واضح ہوگیا کہ اب مدینہ کی اسلامی حکومت دفاعی مرحلہ سے نکل کر مضبوط اقدامی مرحلہ میں داخل ہوچکی ہے۔

خندق... مرحلۂ حکومت کا عروج :

غزوۂ احزاب بڑی سخت جنگ تھی، اس میں سچے اور جھوٹے دونوں طرح کے مسلمانوں کے مابین امتیاز ہوگیا تھا۔

اس غزوہ میں جزیرۂ عرب کے ہر علاقہ نے نئی اسلامی طاقت کے خلاف اپنے تمام غصہ اور ہلاکت وبربادی کی سب نیتوں کو علانیہ ظاہر کردیا تھا۔

مکہ کے مشرکین جن کے یہاں اسلام کی روشنی ظاہر ہوئی تھی اور اسے انھوں نے ٹھکرا دیا تھا، اس جنگ میں موجود تھے۔ جزیرہ کے دوسرے حصوں کے مشرکین جنھوں نے اس روشنی کو ٹھکرانے میں مشرکین مکہ کا ساتھ دیا تھا وہ بھی اس میں موجود تھے۔ اسی طرح یہودی بھی اس میں شریک تھے جنھیں پورے سرمایۂ نبوت کے خلاف دشمنی وکینہ کا سرچشمہ مانا جاتا ہے۔

اس طرح مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ ہوگیا تھا اور وہ شدید آزمائش کا شکار ہوگئے تھے، لیکن تاریکی میں روشنی کی کرن نمودار ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ظلم وجاہلیت کی تاریکی سے مسلمانوں کو نجات بخشی۔

روشنی کی یہ کرن قبیلۂ غطفان کے ایک شخص نعیم بن مسعود کے اسلام قبول کرنے کے بعد ظاہر ہوئی تھی۔

نعیم جب رسول اکرم ص کے پاس مسلمان ہونے کے لئے پہونچے تو آپ نے خیال فرمایا کہ اس اکیلے شخص کی اصل قیمت یہ ہے کہ اپنے ذہن وفکر سے کام لے، چنانچہ آپ نے ان سے یہ مشہور بات فرمائی :

AsliAhleSunnet.com

انما انت فینا رجل واحد، فخذل عنا۔ — تم اکیلے ہو، ہم سے لوگوں کو دور رکھنے کی بات کرو۔

اس مناسب پالیسی کے ذریعہ قریش اور یہود کے مابین دشمنی پیدا کرنے میں نعیم کو کامیابی حاصل ہوئی اور یہ واضح ہوا کہ چھوٹی سی شمع سے کس طرح تاریک رات کا طلسم ٹوٹتا ہے۔ اللہ کی مدد آئی، مسلمانوں نے نعیم کا واقعہ یاد رکھا، اور بعد کے بہت سے معرکوں میں اس سے تجاہل برتا۔

○ ○ ○

نعیم بن مسعود اسلام قبول کرنے کے بعد اس رضا کارانہ خدمت کے لئے جن حالات میں تیار ہوئے تھے وہ معمولی نہ تھے کہ کسی مادی منفعت کا شبہ کیا جا سکے، کوئی یہ بھی نہ کہہ سکتا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ خود مسلمانوں میں کچھ لوگوں کو دنیا تاریک نظر آرہی تھی۔

نعیم بن مسعود کا اسلام ایسا نمونہ تھا جس سے اُن مجادل مادہ پرستوں کی سخت تردید ہوتی ہے جو ہر رائے یا نظریہ کے لئے مادی محرک تلاش کرتے ہیں۔

نعیم یہ جانتے ہوئے مسلمان ہوئے تھے کہ جس قافلہ میں وہ شامل ہو رہے ہیں وہ بربادی کی زد میں ہے، اور انھیں بھی اس بربادی کا سامنا کرنا ہوگا۔ لیکن نعیم کی فطرت صاف و بے عیب تھی، انھیں یہ غلط فہمی نہ ہوئی کہ عقیدہ، مادی حالات کا پابند ہوتا ہے اور ان کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، بلکہ یہ یقین حاصل ہوا کہ اس کے ذریعہ ذہن و فکر میں ایسی بنیادی تبدیلی لائی جا سکتی ہے جو کسی خارجی مادی یا غیر مادی عامل کی ماتحتی قبول نہ کرے۔

AsliAhleSunnet.com

نعیم نے رسول اکرم ص کی رہنمائی میں نئے دین وعقیدہ کی خدمت کے لئے معرکہ کے حالات کا گہرا مطالعہ کیا، انھیں مدینہ کے یہود اور مکہ کے مشرکین دونوں کا اعتماد حاصل تھا، انھیں اپنے سابقہ تجربوں سے بھی فائدہ ہوا جن پر یہود کے انداز واسلوب کا اثر تھا جو منصوبہ بندی، مطالعہ اور وسیع کارکردگی کے لئے معروف تھے، اسی طرح اپنے قبیلہ غطفان سے بھی انھوں نے کچھ نہ کچھ سیکھا تھا۔

پہلے یا اب جو لوگ بھی خندق جیسے حالات میں زندگی بسر کرتے ہیں انھیں اپنے دشمنوں کے لئے کام کا ایک خاکہ بنانا ضروری ہے جس میں ہر چیز کو مناسب مقام پر رکھا جائے، مختلف رنگ بھر کر اعتقاد، فکر، سیاست اور اقتصاد کے میدان میں اپنے دشمنوں کی نشان دہی کی جائے، امکانات کا پورا جائزہ لیا جائے اور علم وتاریخ سے سبق حاصل کیا جائے۔

تعمیر حکومت کے مرحلہ کے اختتام پر یہ اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو خندق کے موقع پر جن دشمنوں کا سامنا تھا انھیں کا فکری ڈھانچہ آج بھی مسلمانوں کے سامنے ہے۔ سب جماعتیں بھی وہی ہیں، یہود، مادہ پرست وبت پرست کمیونسٹ جن کا یہود سے گٹھ جوڑ ہے، منافقین جو بظاہر مسلمان ہیں لیکن نصرانیوں کا دم چھلہ ہیں، قومی جماعتوں کے سربراہ اور عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ٹولیوں کے حکمراں۔

یہ نئی اور پرانی جماعتیں اس دور جاہلیت کا نمونہ ہیں جو ہمیں اپنے رنگ میں رنگے بغیر ہمارے ساتھ جینے کے لئے آمادہ نہیں:

ولن ترضی عنك الیھود — اور ہرگز تجھ سے خوش نہ ہونگے نہ یہودی نہ نصاریٰ
ولا النصاری حتی تتبع ملتھم۔ — یہاں تک کہ تو ہی ان کے مذہب کا پیرو بنے۔

AsliAhleSunnet.com

یہی جاہلیت خندق کو گھیرے ہوئے تھی، آج ہم نے خندق نہیں بنائی ہے مسلمان اس تدبیر سے غافل ہیں، انھیں کسی سلمان رضہ کی ضرورت ہے جو خندق کی تجویز پیش کرے، اور کسی نعیم کی ضرورت ہے جو اس تجویز کو نافذ کرے، اس کے بعد ہی اسلامی قافلہ متوقع فتح کی جانب بڑھ سکتا ہے اور حکومت کی تعمیر ہو سکتی ہے جس طرح رسول اکرم صلعم نے ہجرت و خندق کے بعد پہلی اسلامی حکومت قائم کی تھی ؛

AsliAhleSunnet.com

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور

تعمیرِ تہذیب

AsliAhleSunnet.com

تہذیب کے خدوخال کی تحدید و تعیین میں اہل نظر متحیر و سرگرداں تھے ، نبی ص جب تشریف لائے تو تہذیب کا ایک بے مثال مفہوم دنیا کے سامنے رکھا ، آپؐ نے نبوت کے زیر سایہ عملی و نظری معیار پر تہذیب کے ایک مکمل مفہوم سے روشناس کرایا۔

نبوت کے زیر سایہ تہذیب ایک ایسا انسانی معیار ہے جو تمام فکری و عملی جزئیات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

ایسا انسانی معیار جو زمانہ کی وسعتوں میں پھیل کر محدود دنیا اور لامحدود آخرت کے مابین تعلق پیدا کرتا ہے۔

ایسا انسانی معیار جو مکان میں پھیل کر انسان کی تکریم اور اسکے حقوق کی تعیین کرتا ہے ، اس میں جگہ ، رنگ اور نسل کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

ایسا انسانی معیار جو واقعات میں پھیل کر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کوئی جزئیہ قانون سے بالا نہیں ، اور نہ کوئی جزئیہ قانون کے باہر ہے۔

ایسا انسانی معیار جو معاشرہ و فرد ، مرد و عورت ، مضبوط و کمزور ، جسم و روح ، مادی و غیر مادی اور طبیعت و ماوراء طبیعت ہر ایک پر حاوی ہے ، خود ساختہ تفریق یا مہلک تقسیم کی اس میں کوئی گنجائش نہیں۔

افرادی تاریخ کا یہ سب سے انوکھا واقعہ ہے کہ رسول اکرم ص نے اپنی زندگی ہی کے ذریعہ تہذیب کے تدریجی ارتقار کے ہر مرحلہ کو مجسم شکل میں پیش فرما دیا۔ آپؐ کی حیات طیبہ ایک مستقل تہذیب ہے ، جس سے ان تمام تہذیبوں کو روشنی اور سبق ملتا ہے جو مہذب انسانیت کے لئے ایک بلند انسانی معیار کی متلاشی ہیں۔

رسول اکرم ص کی زندگی میں قول و عمل ، ظاہر و باطن ، انفرادی و اجتماعی

AsliAhleSunnet.com

پہلوؤں اور دنیوی و اخروی اعمال کے مابین کسی طرح کا تضاد یا بے ربطی نہیں ہے۔

یہ سب مل کر ایک منظم مجموعہ ہیں، ان کے وسائل میں ٹکراؤ یا مقاصد میں تعارض کا کوئی وجود نہیں۔ پھر انسانی معیار کے لحاظ سے یہ بالکل پختہ ہیں، جس سے تہذیب کے زندہ مضمون کی ترجمانی ہوتی ہے۔

- فکری میدان میں تحصیل علم ایک فریضہ، عبادت اور عمل ہے۔

مادی میدان میں زندگی کی غیر محدود تعمیر شریعت و عبادت ہے، ارشاد ہے: "اگر قیامت آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہو اور اسے وہ بو سکے تو بو دے، اس پر بھی اسے اجر ملے گا۔"

انسانی معاشرت کے تعلقات کی دنیا میں اس قدر عمومیت ہے کہ اس میں ہر چھوٹی بڑی چیز داخل ہے، ارشاد ہے:

"بھلائی کے کام بہت ہیں، تسبیح، تحمید، تکبیر، تہلیل، امر بالمعروف نہی عن المنکر، راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا، بہرے کو سنانا اندھے کو راہ بتانا، ضرورتمند کی رہنمائی، فریادی کے لئے تگ و دو اور کمزور کی مدد . . . یہ سب تمھارے حق میں صدقہ ہیں۔ مسلمان کے ساتھ کشادہ روئی صدقہ ہے، راہ سے پتھر، کانٹا اور ہڈی وغیرہ ہٹانا صدقہ ہے انجان جگہ پر مسلمان کی رہنمائی صدقہ ہے۔ (بروایت مسلم)

جانور کو ذبح کرتے ہوئے بھی تہذیب و اخلاق کی رعایت کا حکم ہے: ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، چھری تیز کر لو تاکہ جانور کو راحت ملے۔

(صحاح ستہ باستثنا بخاری)

○ ○ ○

AsliAhleSunnet.com

سیرت کے زیر سایہ تہذیب کا سفر درج ذیل دو عناصر کے سہارے شروع ہوتا ہے: اول افکار، دوم انسان۔

ان تہذیبی افکار کے بغیر جو معنوی خمیر یا نفسیاتی قوت کی حیثیت رکھتے ہیں، تہذیب کی مشعل روشن نہیں ہو سکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لا الٰہ الا اللہ کے جس شعار کو جاہلیت کے مقابلہ میں پیش کیا اس سے دینی، سماجی، فکری، نفسیاتی، اخلاقی سیاسی اور عملی ہر طرح کا انقلاب رونما ہوا۔

اس کلمہ میں صاف طور پر یہ اعلان ہے کہ ہر معاملہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانا ضروری ہے جو حاکم و مشرع ہے، انسان انفرادی و اجتماعی دونوں لحاظ سے اپنے قاصر جزئی معیار کی پابندی اور چھوٹے بڑے معاملہ میں خواہش و گمان کی پیروی کے لئے مختار و مجاز نہیں [1]

تاریخ کے ہر دور میں مسلمہ حقیقت کی طرح پھیلا ہوا یہ شعار ان فکری شاخسانوں کی بنیاد بنا جن سے ممتاز تہذیبی موقف کی تعیین ہوئی، اور اسی موقف نے اسلامی تہذیب اور مسلم انسان کے لئے نظریاتی اسلامی بنیاد کی نمائندگی کی۔

اسلامی تہذیب نے جاہلی دور کی مٹی سے جس انسان کو کھینچ کر نکالا وہی زندہ پیکر بنا جس سے اس تہذیب کے افکار محسوس شکل میں ظاہر ہوئے، اس کو اس کی پہنائیاں حاصل ہوئیں اور انسان کی شکل میں تہذیب کی دوسری بنیاد مہیا ہوئی۔

---

[1] دراسۃ فی السیرۃ از ڈاکٹر عماد الدین خلیل ص ۱۰۶

AsliAhleSunnet.com

اور انسان وافکار کے باہمی امتزاج سے وہ شاہکار تیار ہوا جسے "اسلامی تہذیب" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، پھر یہ تہذیب رسول اکرم (ص) کی سیرت طیبہ کے زیر سایہ پوری طرح بلند و نمایاں ہوئی۔

خندق سے تہذیب کا تولد:

باکمال تہذیب ہمیشہ خندق ہی سے پیدا ہوتی ہے۔

کوئی ایسی تہذیب نہیں ملے گی جس کا وجود حمل اور وضع حمل جیسی مشقتوں کے بغیر ہوا ہو۔

اسلام میں ہجرت سے جس دور کا آغاز ہوا تھا اور جو غزوۂ خندق پر پہونچ کر ختم ہوا اس میں مسلمانوں کو اسی طرح مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا جیسا حمل کے ایام میں ہوتا ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر تہذیب کے تولد کی وضاحت دو باتوں سے بخوبی ہوتی ہے، سیرت کے اکثر مآخذ میں ان دونوں باتوں کا ذکر بھی موجود ہے لیکن مصنفین نے ان کا اب تک کما حقہ تحلیل و تجزیہ نہیں کیا ہے۔

پہلی بات حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے جن کا کردار خندق کے سلسلہ میں مشہور ہے۔ خندق کھودتے ہوئے ایک سخت چٹان ان کے سامنے آئی، رسول اکرم ص ان سے قریب ہی تھے، سلمان کا بیان ہے:

"نبی ص نے مجھے ضرب لگاتے ہوئے دیکھا، آپ نے دیکھا کہ میرے سامنے کی جگہ سخت ہے، تب آپ اترے اور میرے ہاتھ سے پھاوڑا لے لیا پھر ایک ضرب لگائی جس سے چمک پیدا ہوئی، پھر دوسری ضرب لگائی تو دوسری چمک پیدا ہوئی، اور تیسری ضرب لگائی تو پھر چمک پیدا ہوئی۔

AsliAhleSunnet.com

سلمان نے پوچھا کہ: یا رسول اللہ، میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں، آپؐ کی ضرب کے بعد پھاوڑے کے نیچے کیسی چمک نظر آئی تھی؟ آپؐ نے فرمایا کہ: سلمان، کیا تم نے اسے دیکھا؟ سلمان نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: پہلی چمک یمن کی فتح کی، دوسری شام و مغرب کی فتح کی اور تیسری مشرق کی فتح کی خوشخبری تھی لہ

دوسری بات رسول اکرم ص کا وہ مدلل فرمان ہے جسے آپؐ نے خندق سے واپسی کے بعد فرمایا تھا:

لن تغزوکم قریش بعد عامکم هذا، ولکنکم تغزونهم۔ اس سال کے بعد قریش تم پر چڑھائی نہیں کرسکتے لیکن تم ان پر چڑھائی کروگے۔

اور ایسا ہی ہوا، چنانچہ مکہ فتح ہوا[۲] اور دوسرے حصے بھی فتح ہوئے۔ اس طرح خونیں کش مکش کے سخت ترین لمحات میں نبوت اور اس کی صواب آگیں تاریخی بصیرت کے زیر سایہ وسیع و عریض نئی تہذیب سے متعلق پیشین گوئی وجود پذیر ہوئی جو ہر طرح رسول اکرم ص اور آپؐ کے صحابہ کرام کی رہین منت تھی۔

با اقدام تہذیب:

غزوۂ خندق کے بعد مدینہ منورہ ایک قوی ہیکل انسان کی طرح ابھرا جو داخلی و خارجی ہر طرح کی ضرب کے خوف کو جھیل چکا ہو، اب لوگوں کے

لہ ابن ہشام ۳ ر ۲۳۰، طبری ۲ ر ۴۶

۲ه ابن ہشام ۳ ر ۲۶۶، طبری ۳ ر ۵۸

AsliAhleSunnet.com

سامنے ایک بااقدام حکومت کا تصور اچھی طرح واضح تھا، صرف ایسے شہر کا نہیں جو گرد وپیش کی دنیا کے لئے بے جوڑ ہو۔

۔ یہودیوں کے تینوں قلعے داخلی طور پر گر چکے تھے۔

۔ ان کو گھیرنے والا جاہلی انبوہ ناکام ہو چکا تھا، اور مسلمان محسوس کر رہے تھے کہ ان کے جسم میں نئی زندگی سرایت کر رہی ہے۔

تھوڑے ہی دنوں کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں اپنے وجود کا شعور ابھر آیا اور یہود و مشرکین کے حصار میں ایک مدت گذار لینے کے بعد ان کے دلوں میں بچپن کی جولانگاہوں اور عبادت کے ان مقامات کا خیال آیا جو اصل حقداروں کے سوا دوسرے تمام لوگوں کے لئے واگذار تھے۔

۔ رسول اکرم ص اس احساس میں دوسرے لوگوں سے اول اور زیادہ سچے تھے، چنانچہ آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔

دفاع کی پالیسی مادی واسٹراٹیجی معیار پر ختم ہونے سے پہلے شعور و وجدان سے ختم ہوئی، اور حملہ وانتقام کی خواہش ظاہر ہوئی تاکہ جاہلیت کو اس کی حدود میں روکا جائے، اب مسلمان نفسیاتی وخارجی دونوں میدا پر آمادہ ہونے لگے۔

غزوۂ خندق کے صرف چھ ماہ بعد رسول اکرم ص نے نئی اسٹراٹیجی کی تنفیذ شروع فرما دیا۔

پہلا مرحلہ خندق سے فتح مکہ تک:

۱۔ شہدائے رجیع کا انتقام لینے کے لئے مسلمانوں نے بنو لحیان پر جو

AsliAhleSunnet.com

چڑھائی کی تھی وہ نئی پیش قدمی کی ابتدا تھی۔

اس غزوہ کے دوران مسلمان مکہ جانے والے راستہ پر آگے بڑھ رہے تھے، تاکہ اپنی چڑھائی کو دوسری شکل میں ظاہر کریں، انھوں نے ابتداءً بنولحیان کو چھوڑ دیا تھا تاکہ اہل مکہ کو اپنی طاقت پر اطمینان ہو جائے، اور اسلامی حکومت کا ایک نیا مرحلہ شروع ہو۔

۲۔ مدینہ میں مختصر مدت کے قیام کے بعد مسلمان غزوۂ بنی مصطلق کے لئے نکلے کیونکہ رسول اکرم ص کو معلوم ہوا تھا کہ بنو مصطلق مدینہ پر حملہ کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ مقام مریسیع پر ان کے ساتھ مقابلہ ہوا اور وہ شکست کھا کر بھاگ گئے، مسلمانوں نے ان کے سامان پر قبضہ کر لیا۔

۳۔ اسی اثنا میں رسول اکرم ص نے جزیرہ عرب کے مختلف حصوں میں دس سریے ارسال فرمائے۔

۴۔ لیکن نئی اسٹراٹیجی کا سب سے نمایاں حصہ صلح حدیبیہ تھی جو ذی قعدہ ۶ھ میں منعقد ہوئی۔

حدیبیہ کی صرف یہی اہمیت نہیں کہ وہ جدید اسٹراٹیجی کی مظہر ہے بلکہ یہ اہمیت بھی ہے کہ اس نے مسائل کے حل کے لئے اسلامی طرز کو نمایاں کر دیا۔

حملہ کی اسٹراٹیجی کا معنی ممکنہ امن کا ابطال نہیں بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ امن کے لئے قوت کے مقام سے کوشش کی جائے۔

اسلام لوگوں پر جنگ مسلط کرنے کے لئے نہیں آیا ہے، البتہ باطل کے خلاف وہ صف آرا ہوتا ہے، اور لوگ جب اسلام کے اصول و مقاصد کی راہ میں مسلح طاقت سے حائل ہوتے ہیں تو وہ ان سے ٹکراتا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

ایسی صورت میں مصلحت کا تقاضہ نہ تھا کہ اسلام قریش کے ساتھ ایک مستقل خونیں کشمکش جاری رکھے، کیونکہ اسلام صرف قریش کے لئے نہیں تھا، نہ جزیرۂ عرب کی بت پرست دنیا کے لئے مخصوص تھا۔ اگر صرف اسی دائرہ میں اسلام کو محدود کر دیا جاتا تو یہ دعوت کی آفاقیت وہمہ گیری کے لئے بہت بڑا خسارہ ہوتا۔

- عمرہ کی ادائیگی کے لئے پندرہ سو ۱۵۰۰ مسلمانوں کا مدینہ سے نکلنا اسی حقیقت کی تعبیر تھا جبکہ ان کی طرف سے درج ذیل امور ظاہر ہوئے:

○ مسلمان عربوں کی عادت کے مطابق صرف میان میں تلوار لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔

○ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے کر نکلے۔

○ مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔

○ مدینہ کے مضافات میں آباد بت پرست قبائل میں سے بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ رکھنے والوں کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔

○ مکہ کے قریب پہونچے اور قریش کی جنگ پر آمادگی کا حال جانا تو رسول اکرم ص نے ایک راہنما سے کہا کہ ان کو غیر معروف راستہ سے لے چلے تاکہ قریش کے ساتھ ٹکراؤ نہ ہو۔

○ رسول اکرم ص نے اعلان فرما دیا کہ: آج قریش کے لوگ اگر مجھے کسی ایسے منصوبہ کی طرف دعوت دیں گے جس میں صلہ رحمی کا سوال ہوگا تو میں ان کی بات ضرور مانوں گا۔

دلائل پوری طرح واضح تھے کہ رسول اکرم ص اور صحابہ کرام کے اس سفر کا مقصد لڑائی نہیں بلکہ بیت اللہ کی تعظیم واحترام ہے۔ لیکن قریش کے

AsliAhleSunnet.com

لوگ مکہ میں کسی بھی شکل سے مسلمانوں کے داخلہ کے مفہوم کو سمجھ رہے تھے، انھوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اسلامی وجود کا، جو اپنے آپ کو ان پر مسلط کرتا جا رہا ہے کسی طرح اعتراف نہ کریں۔

قریش نے مسلمانوں کے ارادے اور مقاصد کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے متعدد قاصد بھیجے، سب نے واپس آکر بتایا کہ مسلمان پر امن بن کر آئے ہیں، جنگ ان کا مقصد نہیں ہے۔ بدیل، ورقا رخزاعی اور جلیس بن علقمہ سب نے یہی کہا، لیکن قریش نے کسی کی بات نہ سنی۔

اسی موقع پر عروہ رسول اکرم ص کے ساتھ تبادلۂ خیال کے لئے آیا، بات کے دوران غیر شعوری طور پر اس کا ہاتھ رسول اللہ ص کی ریش مبارک کی طرف بڑھ جاتا تھا، جب اس کو تنبیہ ہوتی تو ہٹا لیتا، یہ جملہ بھی اس کے کان میں پڑتا تھا کہ:

اکفف یدک قبل الاتصل الیک ہاتھ ہٹالو ورنہ واپس نہ جا سکے گا

عروہ نے پوچھا کہ کہنے والے کون ہیں؟ بتایا گیا کہ مغیرہ بن شعبہ۔ واضح رہے کہ عروہ نے انھیں کو دور جاہلیت میں موت سے بچایا تھا، اور ان کی طرف سے ان تیرہ اشخاص کی دیت ادا کی تھی جنھیں مغیرہ نے قتل کیا تھا۔

رسول اکرم ص کے لئے مسلمانوں کی محبت و احترام کا منظر دیکھ کر عروہ کو سخت تعجب ہوا، اس نے دیکھا کہ رسول اللہ ص جب وضو کرتے ہیں تو مسلمان وضو کے پانی کے لئے منافست کرتے ہیں، جب آپ بولتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں، جب لوگ آپ کے سامنے بولتے ہیں تو آواز پست رکھتے ہیں اور حیا و احترام

AsliAhleSunnet.com

سے آپؐ کی طرف نظر بھر کر دیکھ نہیں پاتے۔

عروہ جب قریش کے پاس واپس آیا تو اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا:

"بخدا! میں کسریٰ کی حکومت اور قیصر کے دبدبہ کو دیکھ چکا ہوں، لیکن صحابہ کے بیچ محمد (ص) کا جو حال میں نے دیکھا کہیں اور نظر نہ آیا، وہ لوگ محمد (ص) کو کسی بھی وجہ سے کبھی بھی چھوڑ نہیں سکتے، اس لئے تم اپنی رائے سمجھ لو۔"

خود رسول اکرم ص نے قریش کے پاس حضرت عثمانؓ بن عفان کو بھیجا تھا تاکہ ان کو مزید اطمینان دلا دیں۔ لیکن قریش نے انھیں قید کر لیا اور ان سے کہا کہ اگر چاہیں تو تنہا بیت اللہ کا طواف کر لیں۔ لیکن انھوں نے نبی ص سے پہلے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔ ادھر مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے۔ انھوں نے یہ سنکر قریش سے جنگ کا پختہ عزم کر لیا اور اللہ کی راہ میں موت پر رسول اکرم ص کے ہاتھ پر بیعت کی جو "بیعت رضوان" سے مشہور ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے قتل کی خبر صحیح نہیں تو مسلمانوں کا جوش کم ہوا۔ اہل مکہ کو جب مسلمانوں کی اس بیعت کا علم ہوا تو ان پر خوف طاری ہو گیا اور انھوں نے صلح کے مطالبہ کے لئے سہیل بن عمرو کو مسلمانوں کے پاس بھیجا۔

دونوں فریق نے اس صلح میں درج ذیل شرائط پر اتفاق کیا:

○ مسلمانوں اور اہل مکہ کے مابین دس سال تک جنگ بند رہے گی۔

○ قریش کا کوئی شخص اگر مسلمانوں کے پاس آئے گا تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے، اور مسلمانوں میں سے کوئی مشرکین کے پاس جائے گا تو وہ

AsliAhleSunnet.com

اسے واپس نہیں کریں گے۔

○ نبی ص اور مسلمان اس سال واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال آکر عمرہ کریں گے۔

○ قبائل میں سے جو قبیلہ رسول اللہ (ص) یا قریش کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہونا چاہے ہو جائے گا۔

اسی شرط کی رو سے قبیلۂ خزاعہ مسلمانوں کے ساتھ اور قبیلہ بنو بکر قریش کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہوا۔

اس صلح کے شرائط سے مسلمان مطمئن نہیں تھے، بلکہ ان کی نظر میں یہ ایک طرح کی ذلت تھی، لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ حقیقت میں یہ صلح اسلام کی کھلی فتح تھی۔

صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوئے جن میں اہم یہ ہیں:

۱۔ مسلمانوں کو مکہ میں پر امن داخلہ کا موقع ملا، اس سے پہلے وہ اس کی توقع نہیں کر سکتے تھے۔

۲۔ جزیرۂ عرب کے اندر و باہر لوگوں تک کلمۂ حسنہ کے ذریعہ دین کی دعوت پہونچانے کا مسلمانوں کو موقع ملا جو دعوت کا اولین ہتھیار سمجھا جاتا ہے۔

۳۔ مسلمان ایک تسلیم شدہ طاقت بن گئے اور انھیں دوسروں کے ساتھ بات چیت، معاہدہ اور حمایت کا حق حاصل ہو گیا۔

۴۔ صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں دو سال کے اندر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد صلح سے پہلے اٹھارہ سال کی مدت میں مسلمان ہونیوالوں سے زیادہ تھی۔

AsliAhleSunnet.com

۵۔ چونکہ مسلمان مرتد نہیں ہوتا، اور رسول اکرم ص نے صلح کی رو سے نئے مسلمان ہونے والوں کو مدینہ میں قبول کرنے سے معذرت کر دی اس لئے ایسے تمام مسلمان اکٹھا ہو کر ایک طاقت بن گئے اور قریش کی تجارت کے لئے وہ کانٹا ثابت ہوئے، ان کا راستہ بند کر دیا اور ہر امن سفر سے محروم کر دیا، بالآخر قریش نے معاہدہ کی اس شرط کو مطالبہ کر کے لغو قرار دیدیا

۶۔ صلح حدیبیہ خود فتح مکہ کی تمہید تھی، اس سفر سے جب مسلمان واپس ہو رہے تھے تو رسول اکرم ص کو بشارت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

انا فتحنا لك فتحا مبينا، ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما، وينصرك الله نصرا عزيزا، (سورۃ الفتح ۱-۳)	ہم نے تجھے کھلی فتح دی ہے تاکہ خدا تجھ پر ظاہر کرے کہ تیرے اگلے پچھلے سارے گناہ بخشے ہوئے ہیں اور تاکہ تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے اور تجھے سیدھے راستہ پر پہنچائے اور تیری زبردست مدد کرے

۷۔ نئی سیاست کی خاص بات اور صلح حدیبیہ کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ ۷ھ کے شروع میں رسول اکرم ص نے خیبر فتح کرنے کا ارادہ فرمایا جو جزیرۂ عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا ٹھکانا تھا، رسول اکرم ص نے یہاں کی جائیداد اور قلعوں پر ایک ایک کر کے قبضہ کر لیا[1] پھر یہودیوں کے ساتھ صلح کر کے اس شرط پر جانی تحفظ دیا کہ وہ مال ادا کریں۔

---

[1] سیرت ابن ہشام ۳ - ۳۴۴

AsliAhleSunnet.com

بعد میں یہودیوں نے یہ درخواست کی کہ ان کو نصف مال کے عوض زمین میں کاشت کی اجازت دی جائے، آپؐ نے اس شرط کو منظور فرمالیا اور اجازت دے دی۔

۔ اہل فدک نے فتح خیبر کے بعد سوچا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے، اس لئے رسول اکرم ص سے درخواست کی کہ خیبر جیسی شرائط پر ان سے بھی معاہدہ کرلیا جائے۔ آپؐ نے اسے بھی منظور فرمالیا۔

○ ○ ○

۸ ۔ سنہ ھ کے اوائل ہی میں صلح کے نتیجہ کے طور پر رسول اکرم ص نے جزیرۂ عرب کے باہر دوسرے امراء و ملوک کو دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔ بدیہی طور پر آپؐ نے اس وقت کی دو عظیم طاقتوں کی طرف جو اس میں دنیا کی قسمت کا فیصلہ کیا کرتی تھیں، توجہ فرمائی۔

چنانچہ ایران کی کمیونسٹ حکومت کے پاس عبداللہ بن حذافہ سہمی کو ارسال فرمایا جو ایران کے بادشاہ کے نام خط لے کر گئے، یہ بادشاہ اس وقت کی عالمی اشتراکیت کا حامی و مددگار تھا۔

بدیہی بات یہ ہے کہ کسریٰ جیسے کمیونسٹ شخص سے یہ توقع نہ تھی کہ حق کی اس پیش کش پر وہ معروضی طور پر غور کر کے غیر جانبدار علمی موقف اختیار کرے گا۔

چنانچہ اس نے عجلت و تکبر سے رسول اکرم ص کے مکتوب گرامی کو پھاڑ ڈالا۔ نبی ص نے جب یہ سنا تو اس کے اقتدار کی تباہی کے لئے بددعا کی جس کے نتیجہ میں بہت جلد کسریٰ کو فکری جمود اور الحادی تکبر کی سزا ملی، کمیونسٹ

AsliAhleSunnet.com

ممالک میں معروف طریقہ کے مطابق اس کے بیٹے شیرویہ نے اس کے خلاف خونیں بغاوت کر کے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس وقت کی دوسری طاقت مسخ شدہ نصرانیت کی پابند تھی، رسول اکرم ص نے ان کے پاس چار افراد کو روانہ فرمایا۔ حضرت دحیہ کلبی، بیزنطینی بادشاہ ہرقل کے پاس، عمرو بن امیہ ضمری، شاہ حبشہ نجاشی کے پاس، حاطب بن ابی بلتعہ شاہِ مصر مقوقس کے پاس اور شجاع بن وھب اسدی حارث غسانی کے پاس بھیجے گئے۔

یہ ظاہر ہے کہ حقیقت کو کسی بھی شکل میں سمجھنے والے اس کا انکار کرنے اور قانون فطرت سے برسرپیکار رہنے والے لوگوں سے غنیمت ہوتے ہیں۔ چنانچہ اول الذکر تینوں بادشاہوں نے مختلف معیار کا لیکن مناسب جواب دیا، البتہ حارث غسانی جیسے زرخرید منافق نے نامناسب رویہ اختیار کیا۔

رسول اکرم ص کے مذکورہ نیز دیگر مکاتیب سے ان حقائق کی وضاحت ہوتی ہے جو نئی دعوت کے لئے فکری بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں، ان مکاتیب میں لوگوں کو انھیں حقائق کی دعوت دی گئی تھی اور انفرادی واجتماعی ذمہ داری پر توجہ دلائی گئی تھی۔

شاہان وقت کے نام مکاتیب کے ساتھ ہی رسول اکرم ص متعدد صحابہ رض کو اسلام کی دعوت کے لئے بھی ارسال فرمایا تھا، یہ لوگ اسلامی تعلیمات اور اس کے مثالی اصول کی تشریح وتعلیم کا کام انجام دیتے تھے۔ اسی ساتویں سال میں بعض پڑوسی قبائل کی جانب آپؐ نے فوجی دستے بھی ارسال فرمائے، یہ سلسلہ بعد کے دو سالوں میں بھی جاری رہا۔

۹۔ ہجرت کا آٹھواں سال شروع ہوا تو نبی ص کی سرکردگی میں آگے بڑھنے

LIBRARY
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
AsliAhleSunnet.com

والی نئی دعوت میں کچھ اہم موڑ پیدا ہوئے۔

ان میں سب سے اہم بات عمرۃ القضا رہا جس سے قریش کے غرور کی تیزی کم ہوئی، ان کی نفسیات کو ٹھیس لگی، انھیں مسلمانوں کی نئی قوت کا اندازہ ہوا اور ان کے بڑے بڑے لوگ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے مثلاً خالد بن ولید، عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ۔

۱۰۔ آٹھویں سال میں ایک بڑی معنویت اور بھی تھی جو غزوۂ مؤتہ میں نمایاں ہوئی، یہ غزوہ اپنے ظاہری نتائج کے باوجود ایک نئی حوصلہ مند پیش رفت کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ شام میں رومیوں کے کارندوں کے مقابلہ میں ڈٹنے کے لئے یہ پہلا بڑا قدم تھا، یہ کارندے اپنے بیزنطینی آقاؤں سے کہیں بڑھ چڑھ کر اسلام کے خلاف جد وجہد میں مصروف تھے، اس سلسلہ میں انھیں عام عالمی آداب واصول کی بھی پرواہ نہ تھی، انھوں نے رسول اکرم ص کے قاصد شجاع بن وہب کو شہید کر دیا تھا، اور شام وحجاز کی سرحد پر دوسرے چودہ اشخاص کو بھی شہید کر دیا تھا۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار سے زائد نہ تھی، جبکہ دشمن ایک لاکھ سے بھی زائد تھے، لیکن ایمان والوں کی اس مختصر جماعت نے اپنے تینوں شہید قائدوں یعنی زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ کے ساتھ بے مثال بہادری کا مظاہرہ کیا اور خالد بن ولید نے غیر معمولی بیدار مغزی و دور اندیشی سے کام لیا جس کے نتیجہ میں اسلامی فوج تباہ ہونے سے بچ گئی، مسلمانوں کو معنوی لحاظ سے کامیابی حاصل ہوئی اور دشمنوں کی بہت بڑی تعداد ماری گئی۔

"غزوۂ مؤتہ میں مسلمانوں کا جو معمولی نقصان ہوا اس کی اس فوجی

AsliAhleSunnet.com

فائدہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں جو انھیں حاصل ہوا، انھیں رومی فوجوں کی خصوصیت، تنظیم، ہتھیار بندی اور لڑائی کے اسلوب سے پوری واقفیت ہو گئی۔ ؎۱"

مسلمانوں کی مختصر جماعت نے اس غزوہ میں جس بہادری کا اظہار کیا اس پر عرب قبائل نے کھل کر اپنی خوشی کا اظہار کیا، اور رومیوں کے دوست قبائل کے سرداروں میں سے ایک سردار فروۃ بن عمرو جذامی نے متاثر ہو کر اسلام بھی قبول کر لیا، رومیوں نے انھیں بدعہدی کے جرم میں گرفتار کر کے دردناک سزا دی، لیکن انھوں نے اسلام کو ترک نہیں کیا اور حق کی راہ میں جام شہادت نوش کر لیا۔ اس واقعہ کا قبائل میں اسلام کی اشاعت کے حق میں بہت اچھا اثر ہوا، چنانچہ سلیم، اشجع، غطفان، عبس، ذبیان اور فزارہ کے ہزاروں افراد اسلام میں داخل ہوئے ؎۲

غزوۂ مؤتہ کے صرف ایک ماہ بعد حضرت عمرو بن عاص ایک چھوٹا سا لشکر لے کر جزیرۂ عرب کے شمالی حصوں کی جانب پہونچے، اس سے غزوۂ مؤتہ میں رومیوں کی مدد کرنے والے لوگوں کی نیندیں حرام ہو گئیں، اس لشکر کی کامیابیوں سے مؤتہ کا داغ دھل گیا اور رومیوں کی حمایت کرنے والے عرب قبائل کو اندازہ ہو گیا کہ کسی ایک لڑائی میں مسلمانوں کی شکست کا یہ معنی نہیں کہ شمال کی سرزمین سے ان کی حکومت ہی ختم ہو جائے ؎۳

؎۱ دراستہ فی السیرۃ از ڈاکٹر عماد الدین خلیل ص ۲۹۹

؎۲ دولۃ الرسول فی المدینۃ از احمد ابراہیم الشریف ص ۲۷۱

؎۳ دراستہ فی السیرۃ از ڈاکٹر عماد الدین خلیل ص ۳۰۰

AsliAhleSunnet.com

١١ - اس مرحلہ میں تمام مسلمانوں کی طبیعت مکہ مکرمہ کی جانب متوجہ تھی، انھیں معلوم تھا کہ صلح کی مدت دس سال ہے، اور اس کی پابندی ضروری ہے، اور یہ بھی اندازہ تھا کہ قریش کے لوگ کسی طرح کا فائدہ نہ ہونے کی صورت میں معاہدہ کی پابندی نہ کریں گے۔

غزوۂ مؤتہ میں حالات کی تبدیلی اور جنگ کے نتائج سے قریش کو بہت خوشی ہوئی اور انھوں نے مسلمانوں کے خلاف افواہیں پھیلانے کا سلسلہ شروع کر دیا اور اپنے حلیف بنو بکر کو اس بات پر اکسایا کہ خزاعہ سے جو رسول اکرم ص کے حلیف ہیں، اپنا معاہدہ توڑ لیں۔ بنو بکر نے یہ بات مان کر خزاعہ کے ساتھ زیادتی کی اور "وتیر" نامی چشمہ پر ان کے بیس[٢٠] آدمیوں کو قتل کر دیا۔

خزاعہ نے درد بھرے لہجہ میں رسول اکرم ص سے اس زیادتی کی شکایت کی۔ رسولِ اکرم ص نے ان کے قاصد عمرو بن سالم خزاعی کی فریاد رسی اور کہا کہ تمھیں مدد ملے گی، اسی موقع پر آپؐ نے فتح مکہ کا ارادہ فرما لیا تھا۔

○ ○ ○

قبیلۂ خزاعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو گیا تھا، اس قبیلہ کی بنو بکر کے ساتھ دشمنی تھی جو صلح میں قریش کے ساتھ تھا، پھر صلح کی مدت ہی کے اندر قبیلہ بنو بکر نے قبیلہ خزاعہ کے ساتھ زیادتی کی۔

اس زیادتی میں قریش نے بنو بکر کا ساتھ دیا تھا اور خزاعہ کے بیس[٢٠] سے زیادہ آدمیوں کو مار ڈالا۔ خزاعہ نے مدد کے لئے مسلمانوں سے فریاد کی اور صلح میں منظور شدہ شرط کی پابندی کا مطالبہ کیا۔ نبی ص نے مدد کا وعدہ فرمایا

AsliAhleSunnet.com

اور فتح مکہ کا ارادہ فرمالیا۔ قریش کو بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ مسلمان اس غداری پر خاموش نہیں رہیں گے، اس لئے فوراً ابوسفیان مدینہ پہونچے تاکہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کی تجدید کریں اور صلح کی مدت میں اضافہ کریں۔ لیکن رسول اکرم ص ابوسفیان کے دھوکہ کو جان گئے اور ان کی پیش کش رد کر دی اور مسلمانوں کو فوری طور پر عام تیاری کا حکم دے دیا تاکہ قریش کو خبر نہ لگ سکے۔ رمضان ۸ھ میں اسلامی لشکر کی نقل و حرکت شروع ہوئی، اسلم، غفار اور مزینہ کے قبیلے مسلمانوں کے ساتھ ہو گئے، اس طرح لڑنے والوں کی تعداد دس ہزار ہو گئی، لیکن ان میں سے اکثر لوگوں کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ فتح مکہ کے لئے جا رہے ہیں۔ نبی ص نے خبر کو اس لئے پوشیدہ رکھا تھا کہ قریش کو اس حملہ کا علم نہ ہو سکے اور حرم مکہ میں خونریزی کی نوبت نہ آئے۔ آپ ص کا منصوبہ کامیاب ہوا[1] اور مکہ والوں کو مسلمانوں کی آمد کا علم اس وقت ہوا جب وہ مکہ کے قریب مقام مرالظہران[2] کے پاس پہونچ گئے۔

قریش کو جب اسلامی لشکر کے مکہ کے قریب پہونچنے کا علم ہوا تو ابوسفیان مسلمانوں کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے تاریکی میں باہر نکلے، مسلمانوں کے پڑاؤ کے قریب ان سے عباس بن عبدالمطلب ملے اور انھیں اسلام قبول کرنے کی نصیحت کی اور یہ کہا کہ وہ اہل مکہ کو سمجھائیں کہ جنگ کا خیال چھوڑ دیں، کیونکہ مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ ان کے بس کی بات نہیں۔

ابوسفیان نے یہ بات مان لی اور رسول اکرم ص کے پاس آکر

---

[1] حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کو خط لکھ کر خبر دینے کی کوشش کی تھی لیکن ان کا یہ ارادہ کامیاب نہ ہوا، رسول اللہ ص نے ان کا یہ جرم معاف فرما دیا تھا۔

[2] مرالظہران مکہ سے ۲۵ کلومیٹر دور ایک وادی کا نام ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اسلام قبول کرلیا۔ رسول اکرم ص نے ان کو معاف کردیا اور مزید اکرام کے طور پر فرمایا کہ : جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امن ہے ، جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے امن ہے اور جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اسے امن ہے۔

ابوسفیان کو فخر پسند تھا ، آپؐ کے فرمان سے ان کے جذبہ کی تسکین ہو گئی۔

پھر رسول اکرم ص نے حکم فرمایا کہ اسلامی لشکر کی ایک ایک ٹولی ابو سفیان کے سامنے سے گذرے تاکہ ان کو اطمینان ہو جائے کہ اہل مکہ آج مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ، اور واپس جاکر وہ قریش کو جنگ سے باز رہنے کی تلقین کریں تاکہ خونریزی نہ ہو سکے۔

رسول اکرم ص کا منصوبہ کامیاب رہا ، مسلمان تکبیر کہتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے ، معمولی جھڑپوں کے علاوہ بڑی لڑائی نہ ہوئی۔ رسول اکرم ص نے ان تمام لوگوں کو معاف فرما دیا جنھوں نے مکہ میں آپؐ کو ستایا تھا ، ہجرت پر مجبور کیا تھا اور آپؐ کے ساتھ جنگ کی تھی۔ پھر آپؐ نے مکہ کو بتوں سے پاک فرمایا اور کعبہ کے گرد موجود تین سو ساٹھ بتوں کو توڑتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی :

جاء الحق وزھق الباطل، ان الباطل کان زھوقا۔ لہ	اور تو کہہ کہ حق آچکا ہے اور جھوٹ نیست و نابود ہو چکا ہے ، یقیناً باطل نابود ہی ہونیوالا ہے

اس موقع پر نبی اکرم ص نے حسنِ سلوک و وفا شعاری سے کام لیتے ہوئے

لہ بنی اسرائیل : ۸۱

AsliAhleSunnet.com

کعبہ کی خدمت کا کام عثمان بن طلحہ اور ان کی اولاد کے لئے اور حاجیوں کو پانی پلانے کا کام اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب اور ان کی اولاد کے لئے باقی رکھا۔ رسول اکرم ص نے اس موقع پر معافی کا عام اعلان سے بعض سرکشوں کو محروم فرما دیا تھا کیونکہ ان کا جرم سخت تھا اور مسلمانوں کو انھوں نے دردناک قسم کی سزائیں دی تھیں۔ مثلاً صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل، ہند بنت عتبہ اور عبداللہ بن ابی السرح وغیرہ۔ لیکن آپؐ کے جذبۂ ترحم کو جوش آیا اور پھر ان میں سے اکثر کو آپؐ نے معاف فرما دیا۔

فتح مکہ بلاشبہ رحمت تھی، اس سے دلوں پر لگی ہوئی بندش دور ہو گئی اور نرمی و رواداری کے باعث لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ص سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ أفواجا، فسبح بحمد ربك واستغفرہ، انہ کان توابا۔
(سورۂ نصر)

جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچے اور تو لوگوں کو دین الٰہی میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھے تو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہیو اور بخشش مانگیو وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

دوسرا مرحلہ فتح مکہ سے حج وداع تک:

مکہ میں بت پرستی کے خاتمہ کا مطلب یہ تھا کہ پورے جزیرۂ عرب میں بت پرستی کا انسداد ہو گیا۔

مکہ سے قریب طائف بت پرستی کا دوسرا بڑا گڑھ تھا، اسے اور گرد وپیش

AsliAhleSunnet.com

کی بستیوں کو صاف طور پر اسلام کی رفتار کا اندازہ ہو چکا تھا۔

طائف نے مسلمانوں کی طرف سے مکہ جیسی گرفت سے بچنے کے لئے مالک بن عوف کی قیادت میں ایک جتھا تیار کیا، جس میں ہوازن، ثقیف نصر، جشم، سعد بن بکر، بنو ھلال اور بنو مالک وغیرہ قبائل کے لوگ شریک تھے۔

معرکہ کی ابتدا میں وادیٔ حنین کے پاس صبح کے دھندلکے میں اہل طائف مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گئے، لیکن نتیجہ میں اس سے کوئی فرق نہیں آیا۔ نبوت کے زیر سایہ مسلمانوں کا ایمانی جوش بیدار ہوا تو ہر طرح کا خوف جاتا رہا اور وہ موت سے آنکھیں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ رسول اکرم ص نے انھیں رسالت، ایمان، عقبہ و رضوان کی بیعت اور دعوت کی تاریخ کا حوالہ دیا تو وہ نئی طاقت سے ٹوٹ پڑے، اور لڑائی کا متوقع نتیجہ ظاہر ہو گیا۔ مسلمانوں نے شکست خوردہ لوگوں کا تعاقب کیا اور طائف کا بیس دن سے زیادہ محاصرہ کیا، پھر رسول اکرم ص نے محاصرہ اٹھالیا۔ کیونکہ طائف کا محل وقوع ایسا تھا کہ وہاں کے لوگوں کو مجبور ہو کر آنا ہی پڑتا۔ اور یہی ہوا، مالک بن عوف نے رسول اللہ ص کے پاس آکر اسلام کا اعلان کیا، آپ صلعم نے ان کو اپنا عامل بنا کر قبیلہ ثقیف کے مسلمانوں کے پاس بھیجدیا اور انھوں نے ثقیف کے مشرکین کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک سال کے بعد ثقیف کے بقیہ لوگ بھی دربار رسالت میں آکر مسلمان ہو گئے اور اپنے ساتھ ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو طائف لے گئے تاکہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی کے ایک مضبوط قلعہ "لات"، کو وہ خود منہدم کریں۔

AsliAhleSunnet.com

طائف کا یہ واقعہ نبی اکرم ص کی سیاسی و اخلاقی عظمت کی دلیلوں میں سے ایک واضح دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔

○ ○ ○

حنین اور اس سے متصل واقعات کے بعد مسلمانوں کو جہاد کے طویل سلسلہ سے کچھ راحت ملی تو نبوت کے زیر سایہ وہ جدید معاشرہ کی تہذیبی بنیادوں کی تقویت کی جانب متوجہ ہوئے۔

لیکن اس موقع پر ہوا کا رخ ایسے خطرناک نتائج کی غمازی کر رہا تھا کہ اگر شجاعت کے ساتھ فیصلہ کن اقدام نہ ہوا تو اب تک کی اسلامی کامیابیاں ضائع ہو جائیں گی۔

یعنی غزوہ مُوتہ میں جن رومیوں سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تھا انھوں نے یہ خبر پھیلائی کہ جدید اسلامی طاقت نیست و نابود کرنے کے لئے وہ مسلمانوں کے علاقہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔

نبی اکرم ص کو اس ارادہ کی خبر ہوئی تو آپ ص نے رومیوں کے حملہ کا انتظار نہ کیا بلکہ خود ان پر حملہ کے لئے تیاری کا حکم فرما دیا اور لوگوں کو ضروری سازوسامان کی فراہمی کی ترغیب دلائی۔ رسول اکرم ص دیگر غزوات کے موقع پر اپنے اصل ارادہ کو مخفی رکھتے تھے، لیکن اس غزوہ کے سلسلہ میں آپ ص نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ یہ سختی و تنگی کا وقت تھا، موسم سخت گرم تھا، کھیتیاں تیار تھیں اور رومیوں کے علاقہ تک پہونچنے کا راستہ دشوار گذار تھا۔

رسول اکرم ص نے مالدار مسلمانوں کو راہ خدا میں خرچ کرنے اور کمزور

AsliAhleSunnet.com

مجاہدین کی مالی مدد کرنے کی ترغیب دی۔

صحابہ رضؓ نے راہ خدا میں خرچ کرنے میں سبقت کی اور اخلاص، قربانی اور ایثار کی زندۂ جاوید مثال قائم کی۔

انسانی تاریخ میں قربانی کی سب سے نادر مثال حضرت ابوبکر رضؓ کا واقعہ ہے، جنھوں نے اس موقع پر اپنا پورا مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا اور جب رسولِ اکرم صؐ نے سوال فرمایا کہ اہل و عیال کے لئے کیا بچایا ہے؟

تو جواب دیا کہ: ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کافی ہیں۔

حضرت عمر رضؓ نے اس موقع پر اپنی آدھی دولت راہ خدا میں دیدی۔

حضرت عثمان رضؓ نے ایک تہائی فوجیوں کا بندوبست اپنے مال سے کیا، اسی لئے مذکور ہے کہ ان کے برابر کسی نے خرچ نہیں کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف نے سو اوقیہ[1] چاندی دی۔

حضرت طلحہ اور حضرت عباسؓ نے بھی بہت زیادہ دولت پیش کی۔

حضرت عاصم بن قیس نے ستر[2] وسق کھجور دی۔

عورتوں نے چاندی اور سونے دیئے اور مردوں نے مال و متاع اور ہتھیار وغیرہ دیئے۔

اس موقع پر بہت سے نادار صحابہ رسول اکرم صؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ اس طویل غزوہ میں جانے کے لئے ان کے پاس سواری نہیں جس سے اندیشہ ہے کہ وہ اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکیں گے۔ رسول اکرم صؐ نے بعض صحابہ کی سواری کا بندوبست کیا اور بعض کا

---

[1] تقریباً ۱۰ تولہ۔ [2] تقریباً ۱۶۰ کیلو۔

AsliAhleSunnet.com

دوسرے صحابہ نے انتظام فرمایا، لیکن جن ناداروں کے لئے کوئی انتظام نہ ہوسکا وہ دربار رسول سے دل گیر و نمناک واپس لوٹے۔

قرآن کریم نے ان کے اس موقف اور سچے ایمان کی تعریف کرتے ہوئے ان کے عذر کی مقبولیت کا اعلان فرمایا:

لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للّٰہ ورسولہ، ما علی المحسنین من سبیل، واللّٰہ غفور رحیم، ولا علی الذین اذا ما أتوك لتحملهم قلت لا أجد ما أحملكم علیه تولوا وأعینهم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون۔

(التوبہ: ۹۲)

کمزوروں پر گناہ نہیں اور نہ بیماروں اور نہ ان لوگوں پر گناہ ہے جن کو خرچۂ جنگ میسر نہیں بشرطیکہ اللہ اور رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں، نیکوکاروں پر کوئی الزام نہیں ہوتا، اور خدا بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور نہ ان لوگوں پر گناہ ہے جو تیرے پاس آتے ہیں کہ تو ان کو سواری دے تو تو کہتا ہے کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں جس پر میں تم کو سوار کروں اور خرچ میسر نہ ہونیکے رنج سے روتے ہوئے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔

جس طرح مسلمانوں نے اس موقع پر نادر اسلامی موقف کا اظہار کیا اسی طرح منافقین نے۔ جن سے کوئی قوم و مذہب خالی نہیں۔ اپنے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کی قیادت میں خبیثانہ رویہ اختیار کیا اور گرمی میں لڑائی کے لئے نکلنے سے معذرت شروع کردی۔ قرآن کریم نے ان کی بدنیتی کو واضح کرتے ہوئے پر مغز جواب دیا:

وقالوا لا تنفروا فی الحر، — اور کہتے ہیں گرمی میں مت جاؤ،

AsliAhleSunnet.com

قل نار جهنم أشد حرا لو كانوا يفقهون۔ (التوبہ : ۸۱) — اے نبی تو ان سے کہہ جہنم کی آگ سخت گرم ہے ، کاش ان کو سمجھ ہوتی ؎ ؎ ؎

بعض منافقین نے رومی عورتوں کے باعث فتنہ میں پڑنے کا عذر کیا ، بعض نے یہ سوچا کہ رومی ، مسلمانوں کو نیست کر دیں گے ، غرض اسی طرح کے عذر پیش کر کے غزوہ میں شریک نہ ہوئے ، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا پردہ فاش کر دیا اور دنیا کی رسوائی کے ساتھ آخرت میں برے انجام کی وعید بیان فرمائی ۔

صحابہ میں کعب بن مالک ، مرارۃ بن ربیع اور ہلال بن امیہ نفاق وشک کے بجائے سستی وتقصیر سے غزوہ میں نہ جا سکے ، جب ان کو اس کام پر ندامت ہوئی تو توبہ کیا اور اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمایا ۔

رجب ۹ھ میں سچے مسلمانوں پر مشتمل تیس ہزار کا لشکر حرکت میں آیا ، علمبردار حضرت ابوبکر صدیق اور قائد رسول اکرم ص تھے ، سب لوگ صحرا کو عبور کرتے ہوئے ملک شام کی جانب روانہ ہوئے ، جب مقام تبوک پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر سن کر رومی واپس لوٹ گئے ہیں ۔ مسلمانوں نے اس جگہ تقریباً بیس دن تک قیام کیا ، سرحدی سرداروں سے مل کر ان کو اسلام کی دعوت دی ورنہ جزیہ کا مطالبہ کیا تاکہ مسلمانوں کے ساتھ پرامن طور پر رہ سکیں ۔

رسول اکرم ص کے پاس ایلہ کا حاکم یوحنا بن رؤبہ حاضر ہوا اور جزیہ وفرمانبرداری پر صلح کی ، اسی طرح اذرح اور جرباء کے حاکموں نے بھی آکر جزیہ واطاعت پر صلح کی ۔ حضرت خالد بن ولید نے دومۃ الجندل کو زیر کیا ،

AsliAhleSunnet.com

وہاں کے سردار نے اسلام قبول کرلیا اور مسلمانوں کا حلیف بن گیا۔

غزوۂ تبوک سے مسلمانوں کی سرحدیں مامون ہوگئیں، دشمنوں کے دلوں میں ان کی ہیبت بیٹھ گئی، منافقوں کا قلع قمع ہوا، مختلف وفود مدینہ آکر مسلمان ہونے لگے یا مسلمانوں کے ساتھ صلح کرلی اور اس طرح رسول اکرم ص کو اپنی مہم کی کامیابی اور دعوت کی تبلیغ پر اطمینان حاصل ہوا

غزوۂ تبوک نبی اکرم ص کا آخری غزوہ تھا، اس سے شام، یمن، جزیرۂ عرب، حضرموت اور عمان کے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہوگیا کہ مسلمانوں میں رومیوں کو چیلنج کرنے کی قوت موجود ہے اور رومی ان کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔

اس غزوہ کے بعد جو وفود مدینہ آئے اور اپنے اسلام واطاعت کا اعلان کیا ان کے نام یہ ہیں: وفد بنو تمیم، وفد بنو عامر، وفد بنو سعد بن بکر، وفد عبد القیس، وفد بنو حنیفہ (جس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا) وفد طیئ، وفد بنو زبید، وفد کندہ، وفد حمیر اور وفد ہمدان۔

○ ○ ○

ان تبدیلیوں کے بعد یہ محسوس ہو رہا تھا کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی کا آخری وقت آگیا ہے، ہر جگہ کلمۂ توحید کا بول بالا تھا، بچے کھچے بت پرست علم توحید کے نیچے پناہ کے طالب تھے، لیکن ساتھ ہی ان کی نیتوں میں شر بھی تھا اور وہ کسی موقع کے منتظر تھے۔ ایسی صورت میں جزیرۂ عرب میں دعوت توحید کے ساتھ بت پرستی کی بقاء الجھن و اندیشہ کا باعث تھی، خصوصاً جبکہ مکہ، طائف اور مدینہ کے سابقہ تجربات مسلمانوں کے سامنے تھے

AsliAhleSunnet.com

اور اسلام کو ایک تہذیبی کشمکش کا سامنا تھا، ساتھ ہی اسلام جیسی نکری حکومت کے لئے ایک صاف اور خالص سرزمین کی ضرورت تھی، اور یہ بات خطرے سے خالی نہ تھی کہ فکر و نظریہ کی حکومت محض سیاسی حکومت رہے اور کسی عقیدہ کی حامل نہ ہو اور اسے خود اپنے وطن میں دھمکیوں کا سامنا رہے۔

اسلام کے مقابلہ میں مشرکین نے ابتک صرف عناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا تھا، جس طرح جاہل کو اپنے جہل پر اور مریض کو اپنے مرض پر اصرار ہوتا ہے، اس لئے ان کو روشنی، علم اور علاج کی راہ پر لانا ضروری تھا، کیونکہ بت پرستی، اشتراکی ہو یا تحریفی، بحیثیت دین و مذہب کسی بھی احترام کی مستحق نہیں، اس کے ساتھ انسانی عرف و اصول کی تنفیذ مشکل ہے، درحقیقت وہ ایک ایسا داغ اور بدنما حصہ ہے جسے انسانی جسم سے کاٹ پھینکنے کی ضرورت ہے۔

اسی لئے براءت کا بیان نازل ہوا جس میں بت پرستی کے لئے یہ اعلان تھا کہ جزیرہ کی تاریخ میں اس کا فاسد کردار ختم ہو چکا ہے، مسلمانوں کے ساتھ اس کا اگر کوئی معاہدہ ہے تو صرف اس کی تکمیل ہو گی لیکن اس کی تجدید نہ کی جائے گی۔ اگر کوئی نہ ہو تو چار مہینے کی مہلت دی جائے گی جس کے بعد بت پرستی کو رخت سفر باندھنا ہو گا:

براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر واعلموا انکم غیر	مسلمانو! جن مشرکوں سے تم نے امن کے وعدے کئے تھے خدا اور رسول ان سے بیزار ہیں، پس چار مہینوں تک زمین پر پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں

AsliAhleSunnet.com

معجزی اللہ وان اللہ مخزی
الکافرین ، واذان من اللہ
و رسولہ الی الناس یوم الحج
الاکبر ان اللہ بریٔ من المشرکین
و رسولہ ، فان تبتم فھو خیر لکم
وان تولیتم فاعلموا انکم غیر
معجزی اللہ ، وبشر الذین
کفروا بعذاب الیم ، الا الذین
عاھدتم من المشرکین ثم لم
ینقصوکم شیئًا ولم یظاھروا
علیکم احدا فاتموا الیھم
عھدھم الی مدتھم ، ان اللہ
یحب المتقین ، فاذا انسلخ
الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین
حیث وجدتموھم وخذوھم
واحصروھم واقعدوا لھم
کل مرصد ، فان تابوا و
اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکاۃ
فخلوا سبیلھم ، ان اللہ
غفور رحیم ۔

(التوبہ : ۱ــ ۵)

کر سکتے اور اللہ کافروں کو رسوا کرنے
والا ہے ۔ اور حج اکبر کے روز اللہ اور
رسول کی طرف سے تمام لوگوں کو اعلان ہے
کہ خدا اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار
ہیں ، اور اگر توبہ کرو تو تمھارے حق میں
بہتر ہے اور اگر روگردانی کرتے رہو گے
تو جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے ،
اور تو کافروں کو دردناک عذاب کی خبر
سنا دے ، لیکن جن مشرکوں سے تم نے عہد
کیا اور انھوں نے اس میں کسی طرح سے
کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی
کی مدد کی تو ان کے وعدوں کو مدت
مقررہ تک پورا کرو ، بیشک اللہ
پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے ، اور جب
حرمت کے مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو جہاں
پاؤ قتل کرو اور ان کو پکڑ لو اور انکا محاصرہ
کرو اور ان کے پکڑنے کو ہر گھات میں بیٹھو
پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھنے
لگیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا
راستہ چھوڑ دو ، خدا بخشنے والا
مہربان ہے ؁ ؁ ؁

برائت کا یہ اعلان تہذیب و اسٹراٹیجی کے لحاظ سے اسلامی حکومت کی کامیابی تھی، جو آئندہ مرحلہ میں دنیا کی تہذیب اور وسیع سرزمین میں انسان کے لئے آزادئ عقیدہ کی خاطر جہاد کے لئے آمادہ ہو رہی تھی۔ ؎۱

سنہ ۱۰ھ میں رسول اکرم صؐ نے حج وداع کیا، اس موقع پر دعوت الی اللہ کی مہم کے خاتمہ پر خطبہ دیا جس میں دعوت کی اعتقادی، اقتصادی اور معاشرتی قدروں کو باختصار پیش فرمایا، آپؐ کے خطبہ میں درج ذیل باتیں بھی مذکور تھیں:

"لوگو! تمھارا خون اور مال و دولت وغیرہ قیامت تک کے لئے اسی طرح حرام ہے جس طرح اس دن اور مہینہ کی حرمت ہے۔

تم جب کل اپنے رب سے ملو گے تو وہ تمھارے عمل سے متعلق سوال کرے گا۔ میں نے دعوت پہونچا دی ہے۔

جس کے پاس امانت ہو وہ ادا کردے۔ ہر طرح کا سود لغو قرار دیا جاتا ہے، اب صرف راس المال واپس لے لو۔ دور جاہلیت کا ہر خون ناقابلِ انتقام ہے۔ مہینہ کا آگے پیچھے کرنا زیادہ کفر ہے۔ تم پر عورتوں کا حق ہے، اور ان پر تمھارا حق ہے، عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ میں تمھارے پاس دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر سختی سے ان کی پابندی کروگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے: ایک کتاب اللہ اور دوم سنت نبوی۔

نبی اکرم صؐ نے اس خطبہ میں دیگر نصیحتیں بھی فرمائیں، جن کا تعلق مختلف امور سے تھا، ہر وصیت کے اختتام پر آپ سوال فرماتے تھے کہ:

؎۱ دراستہ فی السیرۃ از ڈاکٹر عماد الدین خلیل

AsliAhleSunnet.com

اے اللہ ! کیا میں نے پہونچا دیا۔؟ صحابہ کرام رض جن کی تعداد نوے ہزار تھی، جواب میں کہتے کہ: ہاں۔ اس پر آپ صلعم فرماتے کہ: اے اللہ! تو گواہ رہ۔

صرف ایک ماہ گذرنے کے بعد رسول اکرم ص آخری مرض میں مبتلا ہوئے، یوم دوشنبہ ١٢ ربیع الاول سنہ ١١ھ کو آپ صلعم نے رحلت فرمائی ترسٹھ ٦٣ سال کی عمر کے ٢٣ سال میں آپ صلعم نے دعوت کا کام مکمل فرمایا، صلے اللہ علیہ وعلے آلہ وصحبہ وسلم۔

○ ○ ○

نبی اکرم ص ایک کامل و ترقی یافتہ تہذیب کا نمونہ:

انسان، خواہ کتنا ہی ممتاز ہو، اس میں کمال و بلندی کی صرف بعض صفات موجود ہوتی ہیں، کوئی ایسا انسان یقینا نہیں ملتا جس میں بلندی کی تمام ہی صفات اکٹھا ہوں...

مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم !!

ہم اور آپ کسی عمل میں کسی انسان کی پیروی کریں لیکن کسی دوسرے عمل میں اس سے مختلف راہ اختیار کریں تو اس سے ہم کو یا اسے کوئی نقصان نہ ہوگا، کیونکہ اس طرح ہماری شخصیت متحقق ہوگی....

مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم !!

لوگ کہتے ہیں کہ: عبقریت و جنون، شجاعت و تہور، بخل و تنظیم اور سخاوت و اسراف کے مابین کچھ اعلیٰ خطوط کے ذریعہ فصل و امتیاز ہوتا ہے

AsliAhleSunnet.com

جس سے بہت سے لوگوں کے عمل مشتبہ ہو جاتے ہیں اور وہ دائیں بائیں ڈھلکنے اور جھولنے لگتے ہیں۔۔۔

مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم!!

ایک ماہر سیاسی کبھی سیاست کے تقاضہ سے اپنے دوستوں کے ساتھ خیانت کر بیٹھتا ہے، ایک کامیاب تاجر کبھی تجارت میں جھوٹ ودھوکہ سے کام لیتا ہے، ایک کامیاب شوہر کبھی اپنے محبوب کی غلامی وذلت میں پڑ جاتا ہے۔۔۔۔

مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم!!

گذشتہ انبیاء ومصلحین کی زندگی میں اگر عبادات کے لئے اسوہ ہو تو معاملات کے لئے نہ ہوگا، اگر عقیدہ کے لئے ہو تو شخصی احوال کے لئے نہ ہوگا، اور ایک شوہر اور باپ کے لئے معاشی امور میں رہنمائی نہیں حاصل ہوگی اور نہ لوگوں کے ساتھ معاملہ کے لئے کوئی بنیاد ہوگی۔۔۔

مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم!!

انسان اعلیٰ اقدار وصفات میں سے کسی خاص صفت میں اگر نمایاں ہوتا ہے تو بعض دوسری صفات میں اس میں نقص بھی رہتا ہے۔ مثلاً شجاعت سے غرور، سخاوت سے فخر و نیک نامی کی طلب اور کثرتِ عبادت سے ریاء اور احساسِ کمال پیدا ہو جاتا ہے۔۔۔

مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم!!

ایک عابد اپنی عبادت میں گھر یا معاشرہ کی حق تلفی کر سکتا ہے، ایک عالم علم کی طلب میں خاندان اور عام انسانی قدروں سے غافل ہو سکتا ہے، اور ایک سیاسی خود کو بیوی بچوں اور دوستوں کے سوا امت کی ملک

AsliAhleSunnet.com

سمجھ سکتا ہے . . .

مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم ! !

نبی ص کے زیر سایہ ایک مکمل و ترقی یافتہ مثالی تہذیب کا وجود ہوا جس میں توازن اور واقعیت نمایاں تھی۔

آپؐ ہی کے زیر سایہ مثالی انسان وجود میں آیا جس میں تمام فضائل منظم اور جاندار انداز میں موجود تھے مثلاً : شجاعت ، صبر، عمل ، حق ، واجب ، وفا ، انصاف ، رحم ، قناعت ، سخاوت ، عفو ، نرمی ، تواضع سچائی ، امانت ، عفت ، حکمت ، عقل ، مردانگی اور رقت ۔

مادیت و پستی کی جہنم سے بھاگ کر نبی اکرم ص کے سایہ میں پناہ لینے والے کو آپؐ کی زندگی میں مذکورہ فضائل میں سے ہر ایک فضیلت اس قدر مکمل شکل میں نظر آتی ہے کہ وہ سوچتا ہے کہ آپؐ صرف اسی فضیلت کی اشاعت و تقویت کے لئے تشریف لائے تھے ۔

لیکن اگر کسی دوسری فضیلت پر نظر ڈالی جائے تو آپؐ کی ذات مبارکہ میں اس کی جلوہ گری بھی اسی طرح نمایاں نظر آئے گی ۔

مکہ کے کافر بھی آپؐ کو " صادق و امین " کے لقب سے پکارتے تھے ، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مذکورہ دونوں وصف آپؐ کے اصل نام " محمد " پر موقوف و محصور ہیں۔

مسلمان اگر نبوت کے صفحات کا مطالعہ کرے تو اس کو محسوس ہوگا کہ مذکورہ اخلاق میں سے ہر ایک خلق آپؐ کے ساتھ مخصوص اور آپؐ کے اسم مبارک کا بدل ہے ۔ جس طرح کفار آپؐ کو صادق و امین کے لقب سے موصوف کرتے تھے اسی طرح مومن آپؐ کو صابر ، باوفا ، کریم ، رفیق

AsliAhleSunnet.com

اور رحیم وغیرہ اوصافِ حسنہ سے متصف مانتا ہے۔

آپؐ کی ذاتِ گرامی میں یہ اخلاق جاگزیں تھے، ان میں کوئی تغیر نہیں آتا تھا اور ہر ایک خلق مناسب حیثیت میں موجود تھا۔

مختلف چڑھاؤ اتار کے باوجود آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں انھی صفات کے سبب نظم و آراستگی تھی۔

مکہ سے نکالا گیا تب بھی آپؐ ان صفات کے حامل تھے۔

مدینہ میں یہود و منافقین کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے بھی یہ صفات آپؐ کے اندر موجود تھیں۔

فقر و غنا، سرداری و حکومت اور دشمنوں کے ساتھ برتاؤ میں آپؐ ان اوصاف سے مزین تھے۔

باپ، شوہر، آقا اور راعی تمام حالات میں آپؐ کے اندر یہ اوصاف تھے۔

قائد، نبی اور عام انسان کی حیثیت سے بھی آپؐ نے ان صفات کا پالن کیا۔

اور اس طرح آپؐ کا مبارک سایہ پوری زندگی میں پھیلا ہوا تھا اور کہیں تکلف، ریاکاری، کوتاہی یا خلل کا نشان نہیں تھا۔

یہ اصلی صفات آپؐ کے پاکیزہ لہو اور نفسہائے عالیہ کا جز بن گئی تھیں... علیہ الصلاۃ والسلام۔

AsliAhleSunnet.com

تہذیب کا قافلہ

نبی ؐ کے زیر سایہ

AsliAhleSunnet.com

کاروانِ تہذیب سایۂ نبوت میں:

بنی ص کے زیر سایہ سفر کوئی بے سود عمل نہیں۔یہاں انسانیت کے تمام آلام و امراض کا علاج سابقہ تجرباتِ کی روشنی میں ہوتا ہے۔

اس تاریخ میں بیکار تفصیلات نہیں ہیں جن سے موجودہ انسان ضائع ہو، بلکہ یہ ایک کلی نقطۂ نظر ہے جس میں ایسا مفہوم پنہاں ہے جو امت کی عبرت و نصیحت کے لئے کافی ہے، اور اس کو یہ بتاتا ہے۔ کہ قوموں کا عروج و زوال کیونکر واقع ہوتا ہے۔

اس تاریخ میں نہ تو صرف مثبت پہلو ہے نہ صرف مقدس۔بلکہ نبوت کے زیر سایہ اس سے مرض و صحت اور عروج و انحطاط کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپؐ کی دعوت خیر و حق اور ماضی کی لاشعوریت کے ستون پر قائم ہے اور اس سے ماضی کا امتداد ہوا ہے۔آپؐ نے زمانہ کے اوصاف سے قطع نظر ان اقدار کی حفاظت کی ہے۔

اقدار کو زمانہ کی نسبیت سے کوئی واسطہ نہیں۔ بلکہ زمانہ پر اس کی حکومت ہوتی ہے، اس کی حرکت کا تحفظ ہوتا ہے، یہ بیمار خواہشات، خود غرض فلسفے اور نام نہاد ترقی و پسماندگی کی تبدیلیوں کی تابع نہیں۔

نبوت کی کامل تہذیب کے زیر سایہ یہی ماضی کی حقیقت ہے۔

زمانۂ حاضر جس میں ہم جیتے ہیں اس یومیہ حرکت سے عبارت ہے جس کا قرآن کریم کے متعین کردہ خطوط اور سایۂ نبوت کی تصویر کے سوا کوئی محافظ نہیں زمانۂ حاضر ماضی سے ملی ہوئی ایک کڑی ہے جو مستقبل کے لئے راہ ہموار کرتی ہے، اسے ماضی کی ذمہ داریوں سے الگ تھلگ نہیں کیا جاسکتا اور

AsliAhleSunnet.com

نہ اس میں ان ذمہ داریوں کو اس طور پر آگے بڑھایا جا سکتا کہ زمانہ حاضر کا انسان پس کر رہ جائے۔

زمانۂ حاضر اپنا کردار قوانین الٰہی کے زیر سایہ ادا کرے گا، اور ان اخلاقیات کی رعایت کرے گا جو انسانی منصب کے مناسب ہوں۔

اگر ماضی میں حق، خیر اور جمال کا احترام موجود رہا ہو تو حاضر میں بھی ان فضائل کو پھولنا پھلنا چاہیئے تاکہ ماضی سے عبرت اور مستقبل کی رعایت کا اصول برقرار رہے۔

نبوت کے زیر سایہ مستقبل کا حق بھی مسلم ہے۔
مستقبل خواہ قریب ہو یا بعید۔

نبی اکرم ص نے منصوبہ بندی اور اعداد و شمار کے کسی معہد یا سیاسی پیش گوئی کی کسی رصد گاہ میں تعلیم نہیں پائی تھی، لیکن پھر بھی آپ نے جو پیشین گوئی فرمائی وہ صحیح ثابت ہوئی، یہ آپ کا معجزہ ہے۔ آپ نے الفاظ سے مستقبل کا جو نقشہ کھینچا وہی بعینہ سامنے آیا۔ اس سلسلہ میں آپ کے ارشادات بہت زیادہ ہیں۔

رسول اکرم ص نے ایک حدیث میں فرمایا تھا کہ: امت اسلامیہ ایک زمانہ میں طبق کی مانند ہو جائے گی جس پر دشمن ٹوٹے پڑیں گے، اس وقت میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہو گی لیکن قوت و تاثیر نہ رکھنے کے باعث سیلاب میں بہنے والے خس و خاشاک کی حیثیت رکھیں گے۔

یہ فرمان مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کی بالکل سچی تصویر ہے آج روس، اسرائیل، امریکہ اور یورپ سب مسلم ممالک اور وہاں کے پٹرول پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

یہ تصویر مسلمانوں کی اس کیفیت پر بھی پوری طرح صادق آرہی ہے، جس میں انیسویں و بیسویں صدی میں برطانیہ، فرانس، اسپین اور ہالینڈ نے مل کر عالم اسلام کو تقسیم کر لیا تھا۔

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے مسلمانوں میں یہود و نصاریٰ کی پیروی کے جذبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: تم اگلوں کے نقش قدم پر چلو گے، اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ایسا کرو گے۔ صحابہ رضؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: اور کس کی؟

غور کیجئے! آج کس طرح ہم اس حدیث کا مصداق ہیں، ہم یہود و نصاریٰ کی ہر ادا میں تقلید کرتے ہیں، ہمارے لباس، ہمارے پاؤں کے ڈیزائن اور عربیات و اسلامیات کی ہماری تعلیم سب کچھ ان کی مکمل تقلید ہے۔

ایک حدیث میں آپؐ نے امت کے فتنوں کی جانب اشارہ فرمایا ہے، صحابہ مخاطب ہیں: کیا تم دیکھ رہے ہو وہ کچھ جسے میں دیکھتا ہوں؟ میں تمھارے گھروں کے درمیان فتنوں کی جگہ دیکھ رہا ہوں، جس طرح بارش گرنے کی جگہ نظر آتی ہے۔ پھر فتنۂ کبریٰ (حضرت عثمان کا قتل) پیش آیا۔ اور اس کے بعد دسیوں فتنے رونما ہوئے۔

ایک حدیث میں آپؐ نے مردوں کے لئے عورتوں کے فتنہ کا ذکر فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ اس امت کا اصل جھگڑا مال ہی ہے خندق کے موقع پر آپؐ نے قیصر و کسریٰ کے خزانوں سے متعلق

AsliAhleSunnet.com

فرمایا کہ: مسلمان اس پر قابض ہوں گے۔

ایک حدیث میں امن و امان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: آدمی مکہ سے صنعاء تک بے خطر سفر کرے گا، اسے درندوں کے سوا کسی چیز کا ڈر نہ ہوگا۔

آپؐ کی ایسی احادیث و معجزات بھی ہیں جن کا تعلق مستقبل میں کسی ایک فرد سے ہے جیسے عمار بن یاسر کی موت باغیوں کے ہاتھ، ربذہ میں حضرت ابوذر رضؓ کی موت، بہادر قزمان کی نفاق پر موت، حضرت فاطمہ رضؓ کے متعلق یہ خبر کہ اہل بیت میں سب سے پہلے انہی کی وفات ہوگی اور ۶۳ سال کی عمر میں حضرت معاذ رضؓ اور عام مسلمانوں کو یہ خبر کہ آئندہ سال وہ آپؐ سے نہ مل سکیں گے اور آپؐ کی مسجد اور قبر سے ان کا گذر ہوگا۔

ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ: قیامت سے پہلے مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں گے۔

ایک حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: تاریک رات کی مانند فتنے ہوں گے، انسان صبح مومن رہے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا، اپنا دین دنیا کے بدلہ بیچ دے گا مثلاً کسی منصب و مقام یا کسی عورت کے حسن و جمال کی خاطر۔

مستقبل سے متعلق رسول اکرم ص کی متعدد احادیث کو ذکر کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ لوگ مجادلانہ یہودی مادیت کے دجال اور جدید دور کے مسیلمہ (کارل مارکس) کی حقیقت کو سمجھ سکیں، چنانچہ مستقبل سے متعلق اس کے تمام تاریخی فتاوی، جنھیں اس کے دم چھلوں نے قطعی پیش گوئیوں کا نام دیا تھا، سراسر جھوٹے ثابت ہوئے۔

AsliAhleSunnet.com

مارکس کی طرف سے ان فتاویٰ کے صادر ہونے کے نصف صدی بعد ہی کمیونزم نے ایک فقیر ملک کی حیثیت سے سرمایہ دارانہ نظام کے سامنے گھٹنہ ٹیک دیا جبکہ مارکس نے سرمایہ داری کے زوال کی پیش گوئی کی تھی، لیکن اس کے مقابلہ میں کسی بھی سرمایہ دارانہ نظام کا زوال رونما نہیں ہوا مارکس کا دعویٰ تھا کہ وہ مارکسزم کا ملجا بنے گا، لیکن اس کے برعکس تمام کمیونسٹ معاشرے اخلاقی، انسانی، مادی اور فکری لحاظ سے انتہائی پستی میں جا گرے۔

لیکن نبی اکرم ص، جو علم و ٹکنالوجی کے دور سے چودہ صدی پیشتر مکہ میں مبعوث ہوئے تھے سچے ثابت ہوئے اور آپ ص کی تمام پیشین گوئیاں صحیح ٹھہریں۔

آپ ص کے ارشادات کا ہر کلمہ حقیقت الٰہیۃ کے نور کا ٹکڑا ثابت ہوا جو پوری انسانی تاریخ کا محافظ ہے۔

یہ حقیقت ماضی کا تحفظ خبث دور کر کے، حاضر کا تحفظ خلافت الٰہیہ کو بروئے کار لاکر اور مستقبل کا تحفظ اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق حرکت کرنے والی عام تصویر کے نقوش متعین کر کے، کرتی ہے، اور یہی انسانی قافلہ کو حق، خیر اور جمال کی راہ میں چلنے کے لئے مدد پہونچاتی ہے۔

یرید اللہ لیبین لکم	خدا کو منظور ہے کہ تمہارے لئے
ویہدیکم سنن الذین	اپنے احکام بیان کرے اور تم کو
من قبلکم ویتوب علیکم	پہلے لوگوں کی راہ دکھائے
واللہ علیم حکیم۔	اور تم پر مہربانی کرے

AsliAhleSunnet.com

واللہ یرید أن یتوب علیکم ویرید الذین یتبعون الشھوات ان تمیلوا میلا عظیما. یرید اللہ أن یخفف عنکم، وخلق الانسان ضعیفا۔	اللہ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے اور اللہ تم پر مہربانی کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ اپنی خواہش کے غلام ہیں وہ یہی چاہتے ہیں کہ تم کسی سخت غلطی میں پڑو، خدا تمھاری تکلیف میں تخفیف چاہتا ہے، انسان کی خلقت ضعیف ہے ÷ ÷ ÷
(النساء ۲۶-۲۸)	

محمد عربی ہاشمی صاحبِ سایۂ نبوت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکت نازل ہو۔

AsliAhleSunnet.com

سیرتِ نبوی

کی

فکری تاثیر

AsliAhleSunnet.com

سیرت کا فکری اثر:

نبی اکرم ص کو انسانی فکر کی توجہ کا جو حصہ ملا وہ آپ ص کے علاوہ کسی نبی یا عظیم دوست و دشمن کسی کو نہیں ملا۔

پوری اسلامی دنیا میں کوئی انشا پرداز ایسا نہیں نظر آتا جسے تاریخ کا احترام اور قارئین کی قدر دانی نبی اکرم ص کی سیرت مبارکہ پر نئے انداز سے نظر ڈالے بغیر حاصل ہوئی ہو یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ ص کی پاکیزہ زندگی عظمت کے مفہوم کا دریا ہے جس میں ہمیشہ جوش واچھال رہتا ہے۔

آپ ص کو اللہ تعالیٰ نے اس وصف سے موصوف کیا ہے:

وانک لعلی خلق عظیم [۱] آپ ص بلاشبہ عظیم اخلاق کے مالک ہیں۔

لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا اور ہر نوعیت کے مضمون کو ہاتھ لگایا لیکن فکری تاریخ میں ان کو کوئی جگہ اسی وقت ملی جب وہ سیرت طیبہ کے باب سے تاریخ میں داخل ہوئے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے کبھی مشرقی ادب اور کبھی مغربی ادب میں ہاتھ پاؤں مارے اور صحیح و غلط نظریات کے چکر میں الجھے رہے، لیکن لوگوں کے دلوں اور فکری تاریخ میں ان کی باریابی اسی وقت ہوئی جب انھوں نے "علی ھامش السیرۃ"، "الوعد الحق"، "الشیخان" "الفتنۃ الکبریٰ" نامی کتابیں تصنیف کیں۔ اگرچہ ان کی تحریروں

---

[۱] نون: ۵

AsliAhleSunnet.com

میں بہت سے ایسے نظریات ہیں جنکو حق بجانب نہیں کہا جا سکتا۔

عباس العقاد نے شروع زندگی میں "مجمع الاحیار"، "ابن الرومی" "ابونواس"، وغیرہ موضوعات پر مقالے اور اشعار لکھے لیکن پھر بھی اسلامی قلب وفکر سے باہر ہی رہے، البتہ اس باب میں انھیں اس وقت داخلہ ملا جب صحیح رخ اختیار کیا اور "عبقریۃ محمد"، "عبقریۃ الصدیق"، "عبقریۃ عمر"، اور "عثمان"، وغیرہ کتابیں لکھیں، اگرچہ نبی ص کو بحیثیت عبقری پیش کرنے پر ہمیں بہت سے اعتراضات ہیں۔

محمد حسین ہیکل نے پہلے "زینب"، اور "اوقات الفرغ"، لکھا، لیکن پائیدار فکر کی چوکھٹ اسی وقت ملی جب "حیاۃ محمد"، "الصدیق" اور "الفاروق"، تصنیف کیا۔

خالد محمد خالد اور دوسرے ادبار کے بارے میں بھی یہی باتیں صادق آتی ہیں۔

○ ○ ○

فکری دنیا کا عرف بن گیا ہے کہ ہر انشا پرداز اپنی زندگی کو سیرت طیبہ پر کتاب لکھ کر مزین کرتا ہے، اس کتاب میں وہ اپنی فکر کا خلاصہ اور سیرت نبویہ کے زیر سایہ زندگی کے تجربات بیان کرتا ہے، وہ سیرت طیبہ جو فکر عمل کی دنیا میں انسانیت کی امنگوں کے اعلیٰ ترین مقام کی ترجمان ہے۔

ہمارے اسلاف نے جو ہماری میراث کے معمار ہیں، جو کچھ لکھا ہے وہ اس مقام کی واضح دلیل ہے جہاں فکری دنیا میں رسول اکرم ص پہونچے ہوئے ہیں۔

محدثین کرام نے، جو ترقی یافتہ دور میں پیدا ہوئے، مثلاً بخاری مسلم

AsliAhleSunnet.com

ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، مالک، ابن حنبل اور سیکڑوں دوسرے ان سب کا کام صرف یہی تو تھا کہ جو کچھ آپؐ نے فرمایا اسے جمع اور مرتب کر دیں کیونکہ قرآن کریم کے بعد اسلام اور اسلامی فکر کا یہی ماخذ ہے۔

یہ تمام محدثین نبی اکرم ص کی فکر کے تلامذہ ہیں۔

اور فقہاء کا کام یہ تھا کہ احادیث کی سند پر اطمینان کے بعد ان کو سمجھیں اور قرآن کے بعد ان سے شرعی احکام مستنبط کریں۔

اس طرح تمام فقہاء بھی آپؐ کی فکر کے تلامذہ ہیں۔

اور ہر دور کے مؤرخین نے جن میں مغازی، سیر اور طبقات کے مؤرخین ابان بن عثمان اور ان کے دیگر ہم مشرب سے لیکر چودہویں صدی تک کے مؤرخین شامل ہیں، سیرت طیبہ پر توجہ دی، اس کا مطالعہ کیا اور اس کو نقل کر کے دوسروں تک پہونچایا، آپؐ کی سیرت، شمائل اور مغازی پر جو مخصوص کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا کسی مختصر مبحث میں احاطہ بھی دشوار ہے۔

شاعری، حکایت، مقالہ اور ناول نگاری میں بھی لوگوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے تلامذہ کو مصدر الہام مانا ہے۔ بوصیری، شوقی اور اقبال جیسے معروف شعراء کے منظوم شاہکار میں بھی آپ ہی کی سیرت سے استفادہ ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے رسالت محمدیہ سے متعلق اپنی مختصر کتاب میں نبی اکرم ص کی فکری تاثیر کے احاطہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایسی کوشش کا کامیاب ہونا محال ہے ... اور انکا یہ قول بالکل صحیح ہے۔

○ ○ ○

AsliAhleSunnet.com

نبی اکرم ص کے متبعین کا اس باب میں جو حال ہے وہی آپؐ کے اعداء و مخالفین کی توجہ کا بھی ہے خواہ وہ مستشرقین ہوں یا اہل مغرب، مادہ پرست ہوں یا اہل جدل۔

شیخ خلیل یاسین نے اپنی کتاب "محمد عند علماء الغرب" (محمد ص علماء مغرب کی نظر میں) میں تقریباً ڈھائی سو نصرانی و یہودی اشخاص کے نام گنائے ہیں جنھیں سیرت نبوی کے موضوع پر لکھنے سے شہرت حاصل ہوئی، خواہ وہ منصف ہوں یا معاند۔

انھوں نے ان میں سے بطور مثال درج ذیل نام ذکر کئے ہیں:
والٹیر (فرانسیسی) صموئیل زویمر (انگریز) اڈیسن (جرمن) سینٹ ھلیار (سوئزری) پادری لوازون (فرانسیسی) پرنس کائیان (اطالوی) امیل برنامکام (فرانسیسی) ولیم سوبر (انگریز) ولسن (یوگوسلاوی) گوئٹے (جرمن) گیبون (کناڈین) لینبز (امریکی) گستاڈلی بان (فرانسیسی) ھربرٹ دایل (آئرلینڈی) گولڈزیہر (اسپینی) میکس بایرھوف (روسی) رویرستن اسمتھ (اسکاٹ لینڈی) ریتین (اسپینی) ولیم مویر (اسکاٹ لینڈی) جان دینو (ارجنٹائنی) اور دوسرے جن کا کتاب کے ضمیمہ میں ذکر ہے[۱] اسی میں مائیکل ھارٹ کا نام بھی آتا ہے جس نے پوری انسانی تاریخ میں سو اشخاص کو سب سے بڑا قرار دیا ہے، اور ان میں پہلا درجہ محمد ص کو دیا ہے۔

یہاں پر یہ ذکر مقصود نہیں کہ رسول اکرم ص کی تعلیمات نے اہل یورپ

---

[۱] صفحات ۲۱۳-۲۲۲، کتاب میں مستشرقین سے بہت سے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

کے اخلاق اور بالعموم انسانی تہذیب کی رفتار پر کیا اثر ڈالا، کیونکہ قانون و اخلاق کے میدان میں انسانی تہذیب پر اسلامی تہذیب کے اثرات کا جو ذکر ہوتا ہے اس کا مرجع بھی اصل میں نبی اکرم ص کی تاثیر ہی ہے۔

جرمن شاعر گوئٹے نے انسانی فکر میں نبی ص کی تاثیر سے متعلق اپنی مشہور بات بڑے اچھے پیرایہ میں کہی ہے، وہ کہتا ہے:

اگر یہی اسلام ہے تو ہم سب مسلمان ہیں، ہر آدمی جو فاضل و با اخلاق ہو وہ مسلمان ہے۔ محمد (ص) کا دین سراپا اخلاص، معاشرت اخلاق اور انسان کی رعایت سے عبارت ہے۔

جان آرکس، انگریز کا قول ہے:

ہمیں معلوم نہیں کہ نبی (ص) پوری زندگی کسی برائی سے ملوث ہوئے ہوں، اسی لئے ہم آپ کو عظیم سمجھتے ہیں۔

اسپین کے عظیم نصرانی مؤرخ ڈاکٹر و تینیہ، کا قول ہے: اے محمد! (ص) میں ایک حقیر خادم انتہائی خضوع و تکریم کے ساتھ اپنا نذرانۂ اجلال و احترام آپ کو پیش کرتا ہوں، آپ کے سامنے میں سرنگوں ہوں، آپ بلاشبہ اللہ کے سچے اور برحق نبی ہیں [۱]

صلے اللہ علیہ وسلم

تمام شد

[۱] محمد عند علماء الغرب ص ۹۷ - ۱۲۸

AsliAhleSunnet.com

کتابیات

۱۔ قرآن کریم

۲۔ کتب حدیث

۳۔ سیرت نبوی از ابن ہشام (تحقیق مصطفےٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبدالحفیظ شلبی، دار احیاء التراث العربی، اشاعت سوم، ۱۹۷۱ء۔

۴۔ الوفا باحوال المصطفےٰ از امام عبدالرحمٰن بن الجوزی (۵۹۷ھ)

۵۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفےٰ از قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی، مطبوعہ الحلبی، ۱۳۶۹ھ

۶۔ تاریخ الرسل والملوک از ابن جریر طبری (۳۱۰ھ)

۷۔ امتاع الاسماع از احمد بن علی (۸۴۵ھ)، تحقیق محمود شاکر، قاہرہ ۱۹۴۱ء

۸۔ محمد رسول اللہ از اتین دینیہ، ترجمہ ڈاکٹر عبدالحلیم محمود و محمد عبدالحلیم محمود، الشرکۃ العربیۃ للطباعۃ، اشاعت سوم ۱۹۵۹ء

۹۔ الظاہرۃ القرآنیہ از مالک بن نبی، ترجمہ ڈاکٹر عبدالصبور شاہین ناشر: دار الفکر، اشاعت سوم، ۱۹۶۸ء

۱۰۔ المسلم فی عالم الاقتصاد از مالک بن نبی

ناشر: دار الشروق ۱۹۷۲ء

AsliAhleSunnet.com

۱۱۔ دراسة فی السیرۃ　　از ڈاکٹر عماد الدین خلیل
ناشر: مؤسسة الرسالہ، ۱۹۷۴ء
۱۲۔ خطوات فی الهجرۃ والحرکة از ڈاکٹر عماد الدین خلیل
ناشر: الدار العلمیة، ۱۹۷۲ء
۱۳۔ فقه السیرۃ　　از شیخ محمد الغزالی
ناشر: دار الشعب، قاہرہ
۱۴۔ قصص الانبیاء از شیخ عبد الوہاب نجار
۱۵۔ فقه السیرۃ از ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی
ناشر: دار الفکر، اشاعت سوم، ۱۹۶۸ء
۱۶۔ النبی محمد انسان الانسانیة ونبی الانبیاء از عبد الکریم الخطیب
ناشر: دار الفکر العربی، اشاعت اول، ۱۹۶۳ء
۱۷۔ جوامع السیرۃ وخمس رسائل اخری از امام علی بن احمد بن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) تحقیق ڈاکٹر احسان عباس و ڈاکٹر ناصر الدین الاسد۔ ناشر: دار المعارف، مصر
۱۸۔ المحسن الاعظم والمحسنون از وحید الدین خاں
مطبوعہ کراچی، پاکستان، ۱۹۶۳ء
۱۹۔ محمد والقوی المضادۃ از ڈاکٹر محمد احمد خلف اللہ
ناشر: مکتبة الانجلو المصریة، ۱۹۷۳ء
۲۰۔ عالم الاسلام از ڈاکٹر حسین مؤنس
مطبوعہ دار المعارف، اشاعت اول
۲۱۔ دولة الرسول فی المدینة از ڈاکٹر احمد ابراہیم الشریف

AsliAhleSunnet.com

۲۲- مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوی والخلافة الراشدة
از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اشاعت سوم، بیروت ۱۹۶۹ء
۲۳- ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین از سید ابوالحسن علی ندوی
ناشر: دار الکتاب العربی، اشاعت ہفتم، ۱۳۸۷ھ
۲۴- النبی الخاتم از سید ابوالحسن علی ندوی
ناشر: المختار الاسلامی، اشاعت اول، ۱۹۷۵ء
۲۵- محمد نظرۃ عصریۃ جدیدۃ متعدد مؤلفین کے قلم سے
مطبوعہ بیروت
۲۶- تاریخ العرب العام از ل ا سیدیو، ترجمہ عادل زعیتر
۲۷- موجز تاریخ العرب والاسلام از ڈاکٹر حسین قاسم
۲۸- مختصر سیرۃ الرسول از شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب
۲۹- الرسالۃ المحمدیۃ از سید سلیمان ندوی
۳۰- عصر الرسالۃ از ڈاکٹر علی جبیبہ
۳۱- حیاۃ محمد از محمد حسین ہیکل
ناشر: مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، اشاعت نہم
۳۲- دولۃ الفکرۃ از محمد فتحی عثمان
ناشر: الدار الکویتیہ، ۱۹۶۸ء
۳۳- عبقریۃ محمد از عباس محمود العقاد
۳۴- السرایا الحربیۃ فی العہد النبوی از ڈاکٹر محمد السید طنطاوی
ناشر: مکتبہ الاندلس، لیبیا
۳۵- الرسول از سعید حوی (ج ۱-۲)

AsliAhleSunnet.com

ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، اشاعت دوم ۱۹۷۱ء

۳۶۔ محمد عند علماء الغرب از شیخ خلیل یاسین

ناشر: دار الاندلس، بیروت، اشاعت اول ۱۹۶۷ء

۳۷۔ علی ھامش السیرۃ از ڈاکٹر طٰہٰ حسین (۳ اجزاء)

مطبوعہ دار المعارف

۳۸۔ قبسات من الرسول از محمد قطب

۳۹۔ سیرۃ الرسول از شیخ الخضری

۴۰۔ فجر الاسلام از احمد امین

۴۱۔ محمد المثل الاعلیٰ از محمد احمد جاد المولیٰ

AsliAhleSunnet.com

Dr. Abdul Haleem Owais

RISALAT KE SAYE MEN

Translated by

Dr. Muqtada Hasan Azhari

Publisher

IDARAT-UL-BUHOOS, JAMIA SALAFIA

VARANASI

AsliAhleSunnet.com